

10

اسلامیات (لازمی)

یکساں قومی نصاب 2022ء کے مطابق



مسجد وزیر خان، لاہور

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اسلامیات

(لازمی)

برائے جماعت دہم

یکساں قومی نصاب 2022ء کے مطابق



پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

فہرست

باب اول:

قرآن مجید و حدیث نبوی ﷺ

- 1 (الف) ترجمہ قرآن مجید
- 2 (ب) حفاظت و تدوین حدیث (دور اول)
- 6 (ج) احادیث نبویہ ﷺ

باب دوم:

ایمانیات و عبادات

- 8 (الف) ایمانیات: (۱) ملائکہ
- 11 (۲) کتبِ سماویہ (آسمانی کتابیں)
- 15 (۳) عقیدہ آخرت
- 19 (ب) عبادات: (۱) زکوٰۃ
- 22 (۲) حج اور قربانی

باب سوم:

سیرت نبوی ﷺ

(الف) عہد نبوی (ﷺ) کے ماہ و سال (مدنی دور)

نبی کریم ﷺ بطور معاشرتی مصلح

- 26 (۱) غزوہ تبوک
- 30 (۲) حجۃ الوداع
- 34 (۳) وصال نبوی (ﷺ)

(ب) اُسوۂ رسول (ﷺ) اور ہماری زندگی

نبی کریم ﷺ بطور سرچشمہ ہدایت

- 38 (۱) صلہ رحمی
- 42 (۲) خواتین کے ساتھ حسن سلوک
- 45 (۳) انداز تربیت

باب چہارم: اخلاق و آداب

- 49 (۱) اخلاص و تقویٰ
- 53 (۲) پردہ پوشی
- 56 (۳) جھوٹ
- 59 (۴) غیبت اور بہتان
- 62 (۵) جادو، فال اور توہم پرستی

باب پنجم: حسن معاشرت و معاملات

- 66 (۱) سود کی حرمت
- 70 (۲) اسلامی ریاست
- 74 (۳) جہاد فی سبیل اللہ

باب ششم: ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

- 78 (۱) حضرت امام زید بن علی رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ
- 81 (۲) حضرت عمر و بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
- 84 (۳) حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
- 87 (۴) حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
- 90 (۵) صحابیات (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ)
- 94 (۶) صوفیہ کرام (رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِمْ)
- 98 (۷) علما و مفکرین (رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِمْ)

باب ہفتم: اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے

- 101 (۱) اسلام میں مستقبل کی منصوبہ بندی
- 105 (۲) اسلامی تہذیب کے امتیازات

قرآن مجید و حدیث نبوی (خَاتَمُ النَّبِيِّينَ إِلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ)

(الف) ترجمہ قرآن مجید

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مذکورہ سورتوں کا تعارف اور ان کے شان نزول کے بارے جان سکیں۔
- سورتوں کے منتخب الفاظ کے معانی جان سکیں۔
- سورتوں میں موجود تعلیمات کو سمجھ سکیں۔
- منتخب سورتوں میں مذکورہ تعلیمات کو سمجھ کر روزمرہ زندگی میں ان پر عمل کر سکیں۔
- مذکورہ سورتوں کا با محاورہ ترجمہ پڑھ کر سمجھ سکیں۔
- تلاوت قرآن مجید کے آداب پر عمل کر سکیں۔

جماعت دہم میں ترجمہ القرآن المجید کا الگ سے مضمون متعارف کروایا گیا ہے جس میں طلبہ درج ذیل نصاب پڑھیں گے:

- | | | | |
|---|--|---|--|
| 1 | سُورَةُ الْأَنْعَامِ | 4 | سُورَةُ الْأَعْرَافِ |
| 2 | سُورَةُ يُوسُفَ سے سُورَةُ الْكَهْفِ (علاوہ سُورَةُ يُوسُفَ) | 5 | سُورَةُ الزُّمَرِ سے سُورَةُ الشُّورَى |
| 3 | سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ | | |

ترجمہ القرآن المجید کی تعلیم کے لیے الگ سے پیریڈ مختص کیے جائیں گے اور اس کا امتحان بھی الگ سے ہوگا، جس کے لیے کل نمبر پچاس مقرر کیے گئے ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نصاب میں موجود سورتوں میں سے کسی ایک پر تحقیقی مضمون لکھیں۔
- نصاب میں موجود سورتوں میں سے کسی ایک کے مرکزی مضامین پر مشتمل چارٹ بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ترجمہ قرآن مجید میں پڑھی گئی سورتوں کے اہم نکات کی فہرست بنوائیں۔
- ترجمہ قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ پورا سال جاری رکھیں۔
- طلبہ کی قراءت کی درستی کے لیے طلبہ کو کسی معروف قاری کی آواز میں قراءت سنائی جائے۔
- مسابقت حسن قراءت کروائیں اور بہترین کارکردگی کے حامل طلبہ کی حوصلہ افزائی کریں۔

(ب) حفاظت و تدوین حدیث: دورِ اوّل

(عہدِ نبوی ﷺ، عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حاصلاتِ تعلّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- تدوین حدیث شریف کی اہمیت کے بارے میں جان سکیں۔
 - عہدِ رسالت میں تدوین حدیث شریف کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔
 - قرونِ اوّل میں حدیث شریف کی جمع و تدوین کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین و تبع تابعین کی خدمات کی اہمیت جان سکیں۔
 - نبی کریم ﷺ کے دور میں حدیث شریف کی جمع و تدوین کے طریق کار کا جائزہ لے سکیں۔
 - حدیث شریف کی تدوین اور حفاظت کے بارے میں جان کر یہ ایمان پختہ کریں کہ قرآن مجید کے بعد حدیث شریف ہدایت اور راہِ نمائی کا اولین ذریعہ ہے۔
 - حدیث شریف اور سنت کی اہمیت و حجیت کو جان کر ان پر ایمان مضبوط کر سکیں اور فتنہ انکار حدیث سے محفوظ رہ سکیں۔

نبی کریم ﷺ کی گفت گو اور عمل کو حدیث کہا جاتا ہے، آپ کے فرمان کو حدیثِ قولی اور عمل کو حدیثِ فعلی کہتے ہیں۔ آپ کے سامنے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا ہو اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہو تو اس کو حدیثِ تقریری کہتے ہیں۔ جس حدیث میں مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوں تو اس کو حدیثِ قدسی کہا جاتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا اللہ تعالیٰ نے خود حکم ارشاد فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ معلمِ انسانیت بن کر تشریف لائے ہیں اور معاملاتِ زندگی میں احادیثِ مبارکہ کے بغیر ایک مسلمان کا گزارا ممکن نہیں ہے۔ احادیثِ مبارکہ عبادات، معاملات اور احکامات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور قیامت تک ان سے راہِ نمائی لی جاتی رہے گی۔ اسی لیے دورِ رسالت اور دورِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس کی حفاظت پر بھرپور زور دیا گیا اور احادیثِ مبارکہ کو باقاعدہ مدون کر دیا گیا۔ تدوین حدیث سے مراد احادیثِ مبارکہ کو جمع کرنا اور انہیں کتابی شکل دینا ہے۔ تدوین حدیث کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کی جمع و تدوین کا آغاز عہدِ رسالت ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ حدیث کی جمع و تدوین میں خود نبی کریم ﷺ کی سرپرستی اور رضامندی شامل رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ خود اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کی بات کو سنا جائے، ذہن نشین کیا جائے اور محفوظ کر لیا جائے، اسی وجہ سے آپ ﷺ حاکم النبیین ﷺ ہٹھکھٹھ کر گفت گو فرماتے

تاکہ سامنے والا اسے اچھی طرح سمجھ لے اور یاد کر لے۔ بعض اوقات آپ ﷺ تین مرتبہ اپنی بات دہراتے تاکہ مخاطب کے ذہن میں بیٹھ جائے۔ نبی کریم ﷺ حدیث کی حفاظت کرنے والوں کو ان الفاظ میں دعا بھی دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات سنی، یاد کی اور اسے لوگوں تک پہنچایا۔ (سنن ابی داؤد: 3660)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو حفظ، تحریر اور روایت کرنے کا باقاعدہ اہتمام فرماتے تھے۔ دور رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس احادیث مبارکہ کو محفوظ کرنے کے تین بڑے ذرائع تھے۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا احادیث مبارکہ کو حفظ کرنا، لکھ لینا اور اس کے مطابق عمل کرنا شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ وہ آپ ﷺ کے فرامین کو یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ تحریری صورت میں بھی محفوظ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی ہی میں احادیث نبویہ کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی تعداد نے اس عمل کو اپنی زندگی کا مشن بنایا۔

عہد رسالت میں احادیث مبارکہ کی کتابت اور تحریری متعدد شہادتیں درج ذیل ہیں:

دور رسالت میں جو دعوت نامے اور خطوط خود نبی کریم ﷺ نے مصر، شام اور ایران کے فرماں رواؤں کو لکھے ان خطوط میں بعض تحریری شکل میں آج بھی مختلف مقامات پر محفوظ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا تو انھیں صدقہ اور وراثت کے متعلق احکامات لکھوا کر دیے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مختلف علاقوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جن لوگوں کو روانہ فرمایا تھا ان کی راہ نمائی کے لیے زکوٰۃ کے تفصیلی احکامات لکھوا کر دیے تھے۔ یہ احکام باقاعدہ تحریری شکل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس موجود تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس احادیث نبویہ کے ذاتی نسخے موجود تھے۔ صحیفہ صادقہ دور رسالت ہی کا مجموعہ احادیث تھا، جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کردہ تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس بھی احادیث مبارکہ کے تحریری نسخے موجود تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین کے دور میں احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین نے ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ تابعین نے اس دور میں کئی کتب احادیث مرتب کیں جو بعد کے ادوار میں باقاعدہ مآخذ اور مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ احادیث نبویہ کی جمع و تدوین کے حوالے سے یہ تمام کوششیں ذاتی نوعیت کی تھیں۔ سرکاری سطح پر جمع و تدوین کا سلسلہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں شروع ہوا۔ جمع و تدوین حدیث کی تحریک کو اوج کمال تک پہنچانے کا اعزاز امام مالک اور صحاح ستہ کے مؤلفین کے سر ہے۔ مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اسی دور کی یادگار ہیں یہ احادیث مبارکہ کے مستند مجموعے ہیں۔

حدیث نبوی کی جمع و تدوین کے ذرائع میں حفظ اور کتابت کے بعد تیسرا ذریعہ سنت نبویہ کا عملی طور پر جاری رہنا ہے جس کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ ہی ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورة الحشا: 7)

ترجمہ: اور جو کچھ رسول (ﷺ) (خاتم النبیین علیہ وآلہٖ وسلّم) تمہیں عطا فرمائیں، تو اُسے لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو (اُس سے) رُک جاؤ۔

جمع و تدوین حدیث کی پوری تاریخ پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ حدیث نبوی (ﷺ) (خاتم النبیین علیہ وآلہٖ وسلّم) کی حفاظت کے بھی خصوصی اسباب مہیا فرمائے ہیں تاکہ قیامت تک اہل ایمان اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) نبی کریم (ﷺ) (خاتم النبیین علیہ وآلہٖ وسلّم) کے عمل کو کہا جاتا ہے:
- (الف) حدیث فعلی (ب) حدیث قولی (ج) حدیث تقریری (د) حدیث قدسی
- (ii) حدیث کو جمع کرنا اور کتابی شکل دینا کہلاتا ہے:
- (الف) تدوین حدیث (ب) حفاظت حدیث (ج) روایت حدیث (د) درایت حدیث
- (iii) نبی کریم (ﷺ) (خاتم النبیین علیہ وآلہٖ وسلّم) نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت کے لیے فرمایا:
- (الف) یمن کا (ب) مصر کا (ج) شام کا (د) حبشہ کا
- (iv) صحاح ستہ میں شامل ہیں:
- (الف) دو کتابیں (ب) چار کتابیں (ج) چھ کتابیں (د) آٹھ کتابیں
- (v) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری سطح پر انتظام فرمایا:
- (الف) احادیث پر عمل کرنے کا (ب) احادیث کی جمع و تدوین کا
- (ج) احادیث کی شرح کا (د) احادیث کو حفظ کرنے کا

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حدیث کے معنی و مفہوم بیان کریں۔
- (ii) تدوین حدیث سے کیا مراد ہے؟
- (iii) دو نبوی میں حفاظت حدیث کے دو ذرائع لکھیں۔

(iv) صحیفہ صادقہ سے کیا مراد ہے؟

(v) صحاح ستہ میں سے دو کتابوں کے نام لکھیں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) جمع وتدوین حدیث پر نوٹ لکھیں۔

سرگرمی برائے طلبہ

✿ صحاح ستہ کے علاوہ احادیث نبویہ پر مشتمل دیگر کتب کی فہرست مرتب کریں۔

برائے اساتذہ کرام

✿ منتخب احادیث میں سے چند موضوعات پر گفت گو کروائی جائے گی نیز گھر کا کام (Assignment) بھی دیا جائے۔

✿ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں حدیث کی جمع وتدوین کے طریق کار پر اظہار خیال کروایا جائے۔

Web Version of PCTB Textbook

(ج) احادیثِ نبویہ (خاتم النبیین ﷺ)

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
● مختلف موضوعات کی احادیث کو سمجھ کر اپنی روزمرہ زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔

1) نبی کریم ﷺ نے طاعون کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بَقِيَّةُ رَجَزٍ، أَوْ عَذَابٍ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا
وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَلَسْتُمْ بِهَا فَلَا تَهَيِّظُوا عَلَيْهَا۔ (جامع ترمذی: 1025)

ترجمہ: یہ اس عذاب کا بچا ہوا حصہ ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا جب کسی زمین (ملک یا شہر) میں طاعون ہو جہاں پر تم رہ رہے ہو تو وہاں سے نہ نکلو اور جب وہ کسی ایسی سرزمین میں پھیلا ہو جہاں تم نہ رہتے ہو تو وہاں نہ جاؤ۔

2) فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَايْكُرْهُ
لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ، وَإِصَاعَةِ الْمَالِ۔ (صحیح مسلم: 1715)

ترجمہ: وہ (اللہ) تمہارے لیے پسند کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔ اور وہ تمہارے لیے قیل وقال (فضول باتوں)، کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

3) مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔
(صحیح بخاری: 2320)

ترجمہ: کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوائے، پھر اس میں سے پرندہ یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

4) مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِي جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ،
وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔ (صحیح بخاری: 6018)

ترجمہ: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

5) الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ۔ (صحیح مسلم: 2564)

ترجمہ: مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔

- ⑥ **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحْرِجُ حَقَّ الضَّعِیْفِیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْآةِ** (سنن ابن ماجہ: 3678)
ترجمہ: اے اللہ! میں (لوگوں کو) دو کمزوروں یتیم اور عورت، کی حق تلفی کرنا (تاکید کے ساتھ) حرام ٹھہراتا ہوں۔
- ⑦ **مَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهٗ فَانْتَهُوْا۔** (سنن ابن ماجہ: 1)
ترجمہ: جس کام کا میں تمہیں حکم دوں، اس پر عمل کرو اور جس سے منع کروں، اس سے باز رہو۔
- ⑧ **اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ** (صحیح مسلم: 2563)
ترجمہ: بدگمانی سے دور رہو کیوں کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔
- ⑨ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الرَّاشِیِّ وَالْمُرْتَشِیِّ** (سنن ابن ماجہ: 2313)
ترجمہ: رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔
- ⑩ **اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهَذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ** (صحیح مسلم: 817)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے سے بہت سے لوگوں کو اونچا کرتا ہے اور بہتوں کو اس کے ذریعے سے نیچے گراتا ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ✱ منتخب احادیث کے تراجم و تشریح اور ان سے حاصل ہونے والے اسباق پر تحقیقی مضمون لکھ کر لائیں۔
- ✱ طلبہ اپنی ذات کا جائزہ لیں کہ وہ دی گئی احادیث مبارکہ کی تعلیمات میں سے کن کن ہدایات پر عمل کرتے ہیں؟ فہرست تیار کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- ✱ طلبہ کے درمیان احادیث مبارکہ اور ان کا ترجمہ سننے کی مشق اور مسابقہ کروایا جائے جس میں صحت تلفظ کا اہتمام ہو۔
- ✱ مذکورہ احادیث کا عربی متن دیا جائے اور طلبہ از خود ترجمہ کر کے لائیں۔
- ✱ طلبہ کو بیس (20) اسمائے حسنیٰ مع معانی پڑھائے جائیں۔

اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

①	اَلرَّؤُوفُ	نہایت مہربان	②	مَالِكِ الْمَلِكِ	سب سلطنت اور حکمرانی کا مالک
③	ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	عظمت اور بزرگی والا	④	اَلْمُقْسِطُ	عدل و انصاف کرنے والا
⑤	اَلْجَامِعُ	جمع کرنے والا	⑥	اَلْغَنِیُّ	بے پرواہ، بے نیاز
⑦	اَلْمُغْنِیُّ	بے نیاز کر دینے والا	⑧	اَلْمَانِعُ	روکنے والا
⑨	اَلضَّارُّ	نقصان کا مالک	⑩	اَلنَّافِعُ	نفع کا مالک، نفع عطا فرمانے والا
⑪	اَلنُّوْرُ	نور	⑫	اَلْهَادِیُّ	ہدایت دینے والا
⑬	اَلْبَدِیْعُ	بے مثال موجد عدم سے وجود میں لانے والا	⑭	اَلْبَاقِیُّ	ہمیشہ رہنے والا
⑮	اَلْوَارِثُ	وارث و مالک	⑯	اَلرَّشِیْدُ	نیکی اور راستی کرنے والا
⑰	اَلصُّبُوْرُ	بہت زیادہ مہلت دینے والا	⑱	اَلسَّیِّعُ	بہت زیادہ سننے والا
⑲	اَلْبَصِیْرُ	سب کچھ دیکھنے والا	⑳	اَلْحَكِیْمُ	حکمت و تدبیر والا

ایمانیات و عبادات

(الف) ایمانیات

1- ملائکہ (فرشتے)

حاصلاتِ تعلّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- فرشتوں کے تصور اور ان کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں۔
- فرشتوں کی صفات سے آگاہ ہو سکیں۔
- فرشتوں کی ذمّے داریوں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- حدیث جبریل علیہ السلام کے تناظر میں تعلیم و تعلّم کے آداب کا جائزہ لے سکیں۔
- اس پر ایمان پختہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے احکام کی انجام دہی کے لیے فرشتوں سمیت کسی بھی مخلوق کی محتاج نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق فرشتوں پر ایمان پختہ کرتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں ان کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھ سکیں اور ان کے متعلق بات کرتے ہوئے تعظیمی رویہ اختیار کر سکیں۔
- حدیث جبریل علیہ السلام سے سبق حاصل کرتے ہوئے تعلیم و تعلّم کے آداب کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔

ملائکہ جمع ہے مَلَک کی، جس کا معنی ہے فرشتہ۔ ملائکہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نوری مخلوق ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور بشری صفات جیسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور ہر طرح کی غلطی اور خطا وغیرہ سے پاک ہیں۔ فرشتے مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ فرشتوں کی تخلیق کا مقصد عبادت و اطاعتِ الہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿۲۰﴾ (سورۃ الانبیاء: 20)

ترجمہ: وہ دن اور رات تسبیح بیان کرتے ہیں، وہ سُستی نہیں کرتے۔

فرشتوں کی تخلیق نور سے کی گئی ہے جس طرح جنّات کی تخلیق آگ سے اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا فرمایا۔ فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے فیصلے سے فرشتوں کو آگاہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کائنات کے مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ جیسے مختلف غزوات میں فرشتوں کا نزول اس لیے ہوا کہ مومن شکستہ دل نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے قُربِ قیامت میں مادیت پرستی

کے خدشات کا اظہار فرمایا تھا۔ فرشتوں کی نورانی تخلیق مادیت پسند طبقے کے لیے دعوتِ فکر ہے کہ تم غیب (آخرت) پر ایمان کا انکار کر رہے ہو تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہر روز کے اُمور میں فرشتے غیبی طور پر امور سرانجام دے رہے ہیں۔ لہذا یقین رکھیں کہ قیامت بھی ایک دن آئے گی۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ مشہور فرشتوں میں ”کراما کاتین“ ہیں جو انسان کے ساتھ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور انسان کا نامہ اعمال لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ جو فرشتے قبر میں سوال کریں گے ان کو ”مُنکر نکیر“ کہا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کی ذمہ داری حضرت جبریل علیہ السلام، مخلوق کے لیے رزق کی ذمہ داری حضرت میکائیل علیہ السلام، روح قبض کرنے کی ذمہ داری حضرت عزرائیل علیہ السلام (مَلَكُ الْمَوْتِ) اور قیامت کے لیے صور پھونکنے کی ذمہ داری حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام مختلف شکلوں میں حاضر ہوتے تھے۔ بعض اوقات ایک صحابی حضرت وحیِ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے انسانی شکل میں حاضر ہونے کا ایک واقعہ حدیث میں مذکور ہے۔ اس حدیث کو حدیثِ جبریل کہتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے۔ جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب سیاہ تھے۔ اُن پر سفر کے کوئی آثار نہ تھے اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور چار سوال کیے کہ ایمان، اسلام، احسان اور علاماتِ قیامت کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، قیامت کے دن اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا ہے۔ اور اسلام: کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ادا کرنا ہے۔ احسان سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا ہے کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور پھر آپ ﷺ نے قیامت کی علامات کے بارے میں فرمایا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔

حدیثِ جبریل سے تعلیم و تعلم کے درج ذیل آداب واضح ہوتے ہیں:

- ✽ استاد کی خدمت میں صاف ستھرا لباس پہن کر حاضر ہونا۔
- ✽ استاد کے سامنے ادب سے بیٹھنا۔
- ✽ استاد کی وضاحت کے بعد اگلا سوال کرنا۔
- ✽ تعلیم و تعلم میں دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی پیش نظر رکھنا۔
- ✽ واضح اور جامع جواب دینا۔
- ✽ غیر ضروری سوالات اور استاد کا وقت ضائع کرنے سے اجتناب کرنا۔
- ✽ کمرِ جماعت میں استاد کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا۔
- ✽ واضح اور مختصر سوال کرنا۔
- ✽ ایسا سوال کرنا جس سے تمام طلبہ کو فائدہ ہو۔
- ✽ سوال کرنے پر استاد کا طالب علم کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ہمیں چاہیے کہ فرشتوں کے بارے میں اپنے دل میں عظمت کا احساس رکھیں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ امور کائنات میں فرشتوں کا محتاج نہیں ہے۔ فرشتوں کو ان ذمہ داریوں پر مامور کرنا خود فرشتوں کے لیے اعزاز اور اطاعت خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) فرشتوں کی تخلیق کا اولین مقصد ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کی عبادت (ب) روح قبض کرنا (ج) بارش برسانا (د) رزق کی فراہمی

(ii) کرامات کا تبیین کی ذمہ داری ہے:

(الف) انسانی اعمال لکھنا (ب) روح قبض کرنا (ج) بارش برسانا (د) وحی لانا

(iii) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق کیا ہے:

(الف) مٹی سے (ب) نور سے (ج) آگ سے (د) پانی سے

(iv) منکر اور نکیر انسان کے پاس آتے ہیں:

(الف) پیدائش کے وقت (ب) موت کے وقت (ج) قبر میں (د) حشر میں

(v) حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ذمہ داری ہے:

(الف) صُور پھونکنا (ب) روح قبض کرنا (ج) اعمال لکھنا (د) رزق پہنچانا

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) ملائکہ کا تعارف بیان کریں۔ (ii) فرشتوں کی تخلیق کب ہوئی؟

(iii) حضرت جبریل علیہ السلام کن کی شکل میں نبی کریم ﷺ کے پاس آتے تھے؟

(iv) فرشتوں کی دو ذمہ داریاں لکھیں۔ (v) فرشتوں کی دو خصوصیات لکھیں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) حدیث جبریل علیہ السلام کے تناظر میں تعلیم و تعلم کے آداب تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

● طلبہ چند آیات قرآنی کی فہرست (سورت کا نام اور آیت نمبر) تیار کریں۔ جن میں فرشتوں کا ذکر ہو۔

● قرآن و سنت میں مذکور چند فرشتوں کے نام لکھیں اور ان کی ذمہ داریوں سے متعلق فہرست تیار کریں۔

برائے اساتذہ کرام

● طلبہ کے مابین تعلیم و تعلم کے آداب پر خاکہ تیار کروائیں۔ ● حدیث جبریل کا متن مع ترجمہ طلبہ کو پڑھائیں۔

(2) کُتبِ سماویہ (آسمانی کتابیں)

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- انسانوں کی ہدایت کے لیے آسمانی کتب کے نازل ہونے کی اہمیت اور ان کا مقصد جان سکیں۔
- صاحبِ کتب اور صاحبِ صحفِ انبیائے کرام علیہم السلام کا تعارف جان سکیں۔
- آسمانی کتب کی مختصر تاریخ جان سکیں۔
- آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات جان سکیں۔
- مشرکین اور اہل کتاب میں فرق جان کر اہل کتاب کے بارے میں مختصر احکام جان سکیں۔
- آسمانی کتب پر ایمان پختہ کرتے ہوئے ان کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھ سکیں۔
- آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات کو جان کر اعمالِ خیر میں عالمی اشتراک اور تعاون کی روح پیدا کر سکیں۔
- اہل کتاب کے بارے میں شرعی ہدایات کو ملحوظ رکھ سکیں۔
- قرآن مجید کو آخری وابدی اور ہر قسم کی تحریف سے پاک آسمانی کتاب مانتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی، اچھے کام کرنے کا حکم دیا اور برے کاموں سے روکا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ چار مشہور کتابوں کے علاوہ جو چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل فرمائی گئیں، انھیں صحیفے یا صحائف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ صُحُفُ الْأُولَىٰ ۖ صُحُفُ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ (سورة الاعلى: 18-19)

ترجمہ: یقیناً یہ (تعلیم) پہلے صحیفوں میں (بھی) ہے۔ (یعنی) ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔

اسی طرح حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام پر بھی آسمانی صحیفے نازل کیے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عظیم نبی ہیں۔ آپ علیہ السلام کو خلیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا دوست بھی کہا جاتا ہے۔ آپ عراق میں پیدا ہوئے۔ آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء تشریف لائے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو جد الانبیاء (یعنی انبیاء کا باپ) کہا جاتا ہے۔ تینوں الہامی مذاہب یہودیت، مسیحیت اور اسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو انتہائی قابل احترام اور قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ بھی خود کو ابراہیمی کہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل ہے اس لیے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ جن انبیائے کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان میں سے چار انبیائے کرام علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کے نام یہ ہیں :

☆ تورات

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس نبی کا ذکر آیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے انتہائی جرأت سے حق کا پیغام پہنچایا اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر آزادی عطا کی۔

☆ زبور

حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام زبور ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے ساتھ بہت بڑی بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ آپ نے ایک زبردست اور وسیع سلطنت قائم کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل میں نبوت اور حکومت کا سلسلہ الگ الگ خاندانوں میں تھا، آپ بنی اسرائیل کے پہلے شخص تھے جنہیں نبوت کے ساتھ حکومت بھی عطا کی گئی۔

☆ انجیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں بھیجے گئے آخری نبی تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی دوسرا نبی نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام حضرت مریم بنت عمران ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب مسیح، عبد اللہ اور روح اللہ ہے اور آپ کی کنیت ابن مریم ہے۔ آپ علیہ السلام کا ایک لقب کلمۃ اللہ بھی ہے۔

☆ قرآن مجید

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کا نام قرآن مجید ہے۔ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر دین اسلام کی تعلیمات کو مکمل کر دیا ہے۔ اس لیے انسانوں کی کامیابی اور نجات کا واحد راستہ قرآن مجید پر عمل اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہے، کیوں کہ حضور ﷺ کی آمد سے انبیائے کرام علیہم السلام کی پچھلی تمام تر شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب نجات کا واحد راستہ حضور ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کرنا ہے۔

تمام آسمانی کتابوں میں یہ تین عقائد موجود رہے ہیں: عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت۔ سابقہ آسمانی کتابوں نے مذکورہ

تینوں عقائد پر بہت زور دیا، لیکن بعد میں آنے والوں نے جب ان کتابوں میں تحریف کی تو ان تعلیمات کو بھی بدل کر رکھ دیا اور لوگوں کی کثیر تعداد شرک میں مبتلا ہو گئی۔ ان عقائد کے ساتھ ساتھ عبادات میں سے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا ذکر بھی سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود رہا ہے، البتہ ان کے طریق کار میں فرق کسی نہ کسی طور پر موجود رہا ہے۔ مزید برآں تمام اعلیٰ اقدار اور اخلاقِ حسنہ کی تعلیم کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھا۔

وہ لوگ جو کسی ایسے مذہب کے پیروکار ہیں جس کی دعوت کسی نبی نے دی اور ان کی ہدایت کے لیے کتاب بھی بھیجی گئی تو ایسے لوگوں کو اہل کتاب کہا جاتا ہے، جیسے یہودی اور مسیحی۔ البتہ وہ لوگ جو کسی نبی کی تعلیمات پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، اور وہ لوگ مظاہر فطرت یا بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو اس طرح کے لوگوں کو مشرکین کہا جاتا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل فرمائیں، وہ کتابیں برحق تھیں، البتہ بعد میں ان میں لوگوں نے تحریف کردی اور وہ اپنی اصل حالت پر باقی نہ رہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آسمانی کتابوں کا احترام کرے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد پچھلی تمام آسمانی کتابیں اور ان کے احکام منسوخ ہو گئے اور ان کتابوں کی تعلیمات کو قرآن مجید میں جمع کر دیا گیا۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نازل فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے تمام آسمانی کتابوں کو ماننا ضروری ہے، اب تمام آسمانی کتابوں میں سے قیامت تک کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کے لیے قرآن مجید ہی کافی ہے۔ انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ حضور ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لائے اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید پر بھی ایمان لائے۔

اگر ایک شخص قرآن مجید پر عمل کر لے تو گویا اس نے تمام آسمانی کتابوں پر عمل کر لیا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس پر عمل کریں اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائیں۔

ہمیں اپنے دین پر مضبوطی سے عمل کرتے ہوئے ساری دنیا کے انسانوں کے ساتھ امن و سلامتی اور باہمی تعاون کی فضا قائم کرنی چاہیے۔ یاد رہے ہمارا دین ہمیں غیر مسلموں کے ساتھ اچھے معاشرتی تعلقات اور کاروبار سے منع نہیں کرتا بلکہ ہمیں اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے اعتدال کے ساتھ ان سے تعلقات رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے:

(الف) خلیفۃ اللہ (ب) جد الانبیاء (ج) روح اللہ (د) کلیم اللہ

(ii) وہ نبی جنہیں نبوت اور خلافت عطا کی گئی:

- (الف) حضرت داؤد علیہ السلام (ب) حضرت اسحاق علیہ السلام
(ج) حضرت یعقوب علیہ السلام (د) حضرت اسماعیل علیہ السلام

(iii) وہ عبادت جو سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی مذکور رہی وہ ہے:

- (الف) روزہ (ب) حج (ج) عمرہ (د) طواف

(iv) مسیح لقب ہے:

- (الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا (ب) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا
(ج) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا (د) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

(v) تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کی جامع کتاب کا نام ہے:

- (الف) تورات (ب) زبور (ج) انجیل (د) قرآن مجید

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) آسمانی صحیفوں سے کیا مراد ہے؟ (ii) بنی اسرائیل سے کون لوگ مراد ہیں؟
(iii) حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہے؟ (iv) کون سے بنیادی عقائد تمام آسمانی کتابوں میں موجود رہے؟
(v) مشرکین اور اہل کتاب میں کیا فرق ہے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) کتب سماویہ یعنی آسمانی کتابوں پر ایک جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ایک ایسا چارٹ بنائیں جس پر ترتیب زمانی سے آسمانی کتب اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام جن پر یہ کتب نازل ہوئیں ان کے نام تحریر ہوں۔
- چند انبیائے کرام علیہم السلام کے ناموں کی فہرست بنائیں جن پر آسمانی صحائف نازل کیے گئے۔

برائے اساتذہ کرام

- قرآن و سنت میں مذکور سابقہ امتوں کے متعلق درج چند واقعات طلبہ کو سنائیں۔
- قرآن مجید کی حفاظت سے متعلق سورۃ الحجرات آیت 09 ترجمہ کے ساتھ طلبہ کو زبانی یاد کرائیں۔
- طلبہ کو قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں آگاہ کیجیے۔ انہیں بتائیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے قرآن مجید کو ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ فرمادیا ہے۔ حفاظت قرآن کے ظاہری اور باطنی انتظام کے طریق کار سے طلبہ کو آگاہ کیجیے۔

(3) عقیدہ آخرت

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- عقیدہ آخرت اور اس سے متعلق نقلی و عقلی دلائل جان سکیں۔
- برزخ، حشر و نشر، مقام محمود، حوض کوثر، میزان، شفاعت، جنت اور جہنم کے بارے میں جان سکیں۔
- جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کا جائزہ لے سکیں۔
- عقیدہ آخرت پر ایمان پہنچنے کے جنت کا شوق اور جہنم کا خوف قلوب میں پیدا کر سکیں۔
- آخرت کی تیاری کر کے حقیقی کامیابی پانے والے بن سکیں۔

اسلام ایک کامل اور جامع دین ہے جو انسان کو دنیا و آخرت کے حوالے سے مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نہ صرف اس عارضی دنیا کے احکامات سکھائے ہیں بلکہ مرنے کے بعد جتنی منازل انسان نے طے کرنی ہیں ان سب کے حوالے سے بھی راہ نمائی فرمائی ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا تصور اور عقیدہ دیا ہے اور اس کو آخرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ آخرت پر یقین رکھنے والوں کو حقیقی معنوں میں مومنین اور پرہیزگار کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾

ترجمہ: اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ (سورۃ البقرة: 4)

جہاں تک آخرت کے موضوع کی اہمیت کا تعلق ہے تو قرآن مجید کا تقریباً ایک حصہ آخرت کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے جن عقائد کی تعلیم کو اپنے ماننے والوں تک پہنچایا، ان میں عقیدہ توحید اور رسالت کے ساتھ عقیدہ آخرت بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ قرآن مجید میں منکرین آخرت کے شبہات کا انتہائی احسن انداز میں جواب دیا گیا ہے۔ عقیدہ آخرت کا انکار کرنے والوں کا موقف تھا کہ کیا زمین میں نیست و نابود ہونے کے بعد ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ہمارے لیے تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم نے دوبارہ زندہ نہیں ہونا اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ کون زندہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے شبہات کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔

انسانی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کسی بھی چیز کا دوسری مرتبہ بنانا یا پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اس لیے انسانی عقل عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اچھے اعمال کا صلہ اور برے اعمال کا بدلہ

ملتا ہے۔ غور و فکر کرنے کی بات ہے کہ کیا مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا نہیں ملے گی؟ کیا پرہیزگاروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا۔ کیا اشرف المخلوقات انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے کار پیدا کیا ہے اور کیا اس کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں؟ جب عقل انسانی اس پر غور و فکر کرتی ہے تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخرت کی زندگی برحق ہے جس میں سب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ موت کے بعد کی زندگی میں انسان جن مراحل سے گزرتا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

عالم برزخ

موت کے بعد اور دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے کے درمیانی دور کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ برزخ کے معنی دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ وَصَايَاهُمْ بَرِّزْخُ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾ (سورة المومنون: 100)

ترجمہ: اور ان کے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک کے لیے جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔

عالم برزخ کے احوال انسانی اعمال کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے۔ (جامع ترمذی: 2468)

حشر و نشر

نشر کا معنی موت کے بعد زندہ کرنا جب کہ حشر کا معنی حساب کے میدان اور پھر جنت و دوزخ کی طرف لے جانا ہے۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے قبرستانوں کے مسلمان حشر میں جمع کیے جائیں گے۔ حشر میں لوگوں کے مراتب جدا جدا ہوں گے، انبیائے کرام علیہم السلام کا مقام اعلیٰ ترین ہوگا۔ نبی کریم ﷺ اس دن اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے، اس دن کا فرستادہ آزمائش میں ہوں گے اور منہ کے بل چل رہے ہوں گے۔

مقام محمود اور شفاعت

شفاعت کا معنی سفارش ہے۔ شفاعت کی دو قسمیں ہیں: پہلی شفاعت کبریٰ ہے جو نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اس شفاعت کا فائدہ پوری انسانیت کو ہوگا کیوں کہ حساب کے انتظار کی سختی ختم ہو جائے گی اور حساب شروع ہو جائے گا۔ اسی شفاعت کو مقام محمود کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مقام محمود شفاعت ہی ہے۔ (جامع ترمذی: 3148)

دوسری شفاعت صغریٰ ہے قیامت کے دن نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام، علما و شہداء، صالحین، قرآن مجید اور روزے وغیرہ اللہ تعالیٰ کے حضور انسانوں کی شفاعت کریں گے۔

شفاعت میں زور اور زبردستی نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا۔

عقیدہ آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم زندگی میں آخرت کی فکر کریں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں اور گناہوں سے بچیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال کریں، دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں تاکہ ہم جنت کے مستحق بن سکیں۔

حوض کوثر

”کوثر“ جنت کے اس حوض کا نام ہے جو نبی کریم ﷺ کو روزِ قیامت عطا کیا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کا حوض کوثر جنت میں سیراب ہوگی۔ قیامت کے دن جو اس حوض سے پانی پی لیں گے وہ خوش بخت ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مومنین کو حوض کوثر سے سیراب ہونے کی نوید سنایا کرتے تھے۔ حوض کوثر کی صفات بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس کے کنارے سونے کے ہیں۔ یہ موتیوں اور یاقوت کی نالیوں میں بہتی ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری کی خوش بو سے زیادہ مہک والا ہے۔ (مسند احمد: 8843)

میزان

میزان ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کے وزن کے لیے قیامت کے دن جو میزان نصب کی جائے گی اس کا ہر پلڑا اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ یہ میزان حق ہے اور قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا جن کے نیک اعمال وزنی ہوں گے۔ وہ کامیاب ہوں گے اور جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا وہ خسارے میں رہیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ (سورۃ الانبیاء: 47)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری میزان میں کوئی چیز نہیں۔“ (سنن ابی داؤد: 4799)

جنت اور جہنم

حساب کے بعد جنت اور جہنم کے مستحق اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جائیں گے۔ جنت اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی اور جہنم اللہ تعالیٰ کے قہار و جبار ہونے کا مظہر ہے۔ جنت بے انتہا خوب صورت مقام ہے جہاں انسان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُیْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ ﴿۳۱﴾ (سورۃ حم السجدة: 31)

ترجمہ: اور اس میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے۔

یہ جنت دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جنت کی خوب صورتی کے بارے حدیثِ قدسی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ہے۔ (صحیح بخاری: 3244)

اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جہاں عذاب کی مختلف کیفیات ہوں گی۔ انسانوں کو ان کے اعمال کی بنیاد پر سزائیں دی جائیں گی۔ مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا جائے گا، آگ میں جلادیا جائے گا، لوہے کے کوڑے برسائے جائیں گے، پینے کو پیپ اور کھانے کو تھوڑا دیا جائے گا جس کو وہ کھا، پی نہیں سکیں گے۔ اس عذاب کے ڈر سے وہ موت کی خواہش کریں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے

گی۔ انسان سوچے گا کہ کاش موت ہی آجائے لیکن دوزخیوں کے سامنے موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا اے جنتیو! تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنمیو! اب تمہیں بھی موت نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: 6548)

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) مرنے کے بعد انسان کی سب سے پہلی منزل ہے:
- (الف) عالم برزخ (ب) عالم ارواح (ج) حشر (د) نشر
- (ii) عقیدہ توحید و رسالت کے ساتھ بنیادی اہمیت کا حامل عقیدہ ہے:
- (الف) فرشتوں پر ایمان (ب) آخرت پر ایمان (ج) تقدیر پر ایمان (د) آسمانی کتابوں پر ایمان
- (iii) نشر کا معنی ہے:
- (الف) موت کے بعد زندہ کرنا (ب) حساب لینا (ج) شفاعت کرنا (د) روح قبض کرنا
- (iv) حشر کے دن کافر چل کر آئیں گے:
- (الف) منہ کے بل (ب) قدموں کے بل (ج) گھٹنوں کے بل (د) ہاتھوں کے بل
- (v) جب نبی کریم ﷺ قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے تو آپ ﷺ کے دائیں طرف ہوں گے:
- (الف) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (ج) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) مقام محمود سے کیا مراد ہے؟
- (ii) حوض کوثر کے بارے میں مختصر بیان کریں۔
- (iii) جنت کی نعمتوں کے بارے میں ایک آیت کا ترجمہ لکھیں۔
- (iv) میزان کسے کہتے ہیں اور یہ کب نصب کیا جائے گا؟
- (v) عقیدہ آخرت پر ایمان کے دو تقاضے لکھیں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) عقیدہ آخرت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

● طلبہ چند آیات قرآنی کی فہرست (سورت کا نام اور آیت نمبر) بنا لیں جن میں عقیدہ آخرت، جنت اور جہنم کا ذکر ہو۔

برائے اساتذہ کرام

● جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کی فہرست تیار کروائیں۔ ● عقیدہ آخرت کے عملی زندگی پر اثرات کے متعلق ایک مذاکرہ منعقد کریں۔

(ب) عبادات

(1) زکوٰۃ

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- زکوٰۃ و عشرین فرق جان سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کے دلائل جان سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی فرضیت کی حکمت سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلام کے معاشی نظام میں معاشی انصاف کے لیے زکوٰۃ و عشر کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی اہمیت سے آگاہ ہو کر اپنے قلوب میں سخاوت کا جذبہ پیدا کر سکیں۔
- اسلامی معاشی مساوات سے آگاہ ہو کر معاشی اعتبار سے کمزور طبقے کے مددگار بن سکیں۔

زکوٰۃ کا لغوی معنی پاک ہونا ہے۔ زکوٰۃ سے مراد وہ مخصوص مال ہے جو سال گزرنے کے بعد نصاب زکوٰۃ میں سے مخصوص شرح کے ساتھ مصارف زکوٰۃ کو ادا کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے پاس باقی رہ جانے والا مال پاک ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے انسان باطنی بیماریوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے لازم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاقل، بالغ، مسلمان اور آزاد ہو اور پورے سال ایسے مال کا مالک ہو جو مال قرض اور ضروریات زندگی مثلاً گھر کے سامان، کھانے، پینے اور پہننے سے زائد ہو۔

ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا، چاندی اور سونے کا نصاب ہے جس پر اڑھائی فی صد (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔ جانوروں پر زکوٰۃ کا نصاب: پانچ اونٹ، 30 گائے اور بھینسیں اور 40 بکریاں ہیں جن پر سال گزرنے کے بعد مقررہ شرح کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ اس کے علاوہ نقدی اور مال تجارت پر بھی اڑھائی فی صد کی شرح سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

زکوٰۃ کی حیثیت نفلی صدقہ کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فرض ہے جس کو ادا کرنا ہر صورت لازم ہے۔ زکوٰۃ بچھلی امتوں پر بھی فرض تھی۔ اسلام میں زکوٰۃ 2 ہجری میں روزوں سے پہلے فرض ہوئی، زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرُّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾ (سورۃ النور: 56)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری: 8)

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عہد حکومت میں دیگر احکام اسلامی کے ساتھ نظام زکوٰۃ کا نفاذ بھی فرمایا اور جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم! میں ضرور اس کے ساتھ جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا، اللہ کی قسم! اگر انھوں نے مجھ سے بکری کا ایک بچہ بھی روک لیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کے نہ دینے پر ضرور ان سے لڑوں گا۔ (صحیح بخاری: 1400)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب لوگ زکوٰۃ ادا کرنا ترک کر دیتے ہیں تو آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوں تو کبھی بارش نہ ہو۔“ (سنن ابن ماجہ: 4019)

عشر

عشر کا لغوی معنی ”دسواں حصہ“ ہے۔ دینی اصطلاح میں یہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴿١٤١﴾ (سورة الانعام: 141)

ترجمہ: اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

جوز زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو اس پر عشر یعنی پیداوار کا دسواں (10 فی صد) حصہ ہے۔ اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی یا مصنوعی طریقے سے سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں (5 فی صد) حصہ ہے۔

سرکاری ٹیکس وغیرہ ادا کرنے سے عشر ادا نہیں ہوتا۔ عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور عشر زمینی پیداوار کا۔ زکوٰۃ کی ادائی کے لیے مال یا سامان وغیرہ پر سال کا گزرنا ضروری ہے جب کہ عشر میں سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ اگر دو مرتبہ فصل ہوتی ہے تو ہر مرتبہ عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کی اہمیت

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں روح کو حاصل ہے۔ زکوٰۃ سے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا ہے اور فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ دولت گردش میں رہتی ہے جس کی وجہ سے دولت کی تقسیم منصفانہ ہوتی ہے۔ نتیجتاً جرائم اور ظلم کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ گداگری رک جاتی ہے۔ دولت صرف چند ہاتھوں میں محدود نہیں رہتی۔ زکوٰۃ ادا ہونے سے طبقاتی تقسیم آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔

پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیے نظام زکوٰۃ کو موثر بنانا ضروری ہے تاکہ معاشی عدل قائم ہو اور اس نظام کی برکات بھی حاصل ہوں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) دین اسلام میں زکوٰۃ کی حیثیت ہے:
- (الف) اختیاری نیکی کی (ب) نفلی صدقہ کی (ج) خیرات کی (د) فرض کی
- (ii) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن لوگوں کے خلاف اعلان جنگ فرمایا؟
- (الف) زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں (ب) فضول خرچی کرنے والوں
- (ج) سخاوت نہ کرنے والوں (د) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں
- (iii) حدیث نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے:
- (الف) زکوٰۃ نہ دینے سے (ب) صلہ رحمی نہ کرنے سے
- (ج) دوسروں کا خیال نہ رکھنے سے (د) علم حاصل نہ کرنے سے
- (iv) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ہے:
- (الف) عشر (ب) صدقہ (ج) فدیہ (د) ٹیکس
- (v) زکوٰۃ کا نظام رائج ہونے سے خاتمہ ہو جاتا ہے:
- (الف) تجارت کا (ب) محنت کا (ج) گداگری کا (د) ملازمت کا

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) زکوٰۃ کا معنی و مفہوم بیان کریں۔
- (ii) نقدی اور مال تجارت پر زکوٰۃ کی شرح تحریر کریں۔
- (iii) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کی اہمیت کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟
- (iv) زمینی پیداوار پر عشر کی شرح کیا ہے؟
- (v) زکوٰۃ اور عشر میں فرق لکھیں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) زکوٰۃ و عشر پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چند آیات قرآنی کی فہرست (سورت کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں زکوٰۃ کا ذکر ہو۔
- کمر اجتماع میں اسلامی نظام معیشت اور اس کے مصالح نیز غیر اسلامی نظام معیشت اور اس کے مفاسد کے بارے میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو مصارف زکوٰۃ سے آگاہ کروائیں۔
- زکوٰۃ و عشر کے جدید مسائل کا مذاکرہ، اور نصاب زکوٰۃ کی مختلف مدت کا جامع چارٹ بنوا کر کمر اجتماع میں آویزاں کریں۔

(2) حج اور قربانی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- حج اور قربانی کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- حج اور قربانی کے دلائل جان سکیں۔
- حج اور عمرہ کے فضائل اور مناسک سے آگاہ ہو سکیں۔
- حج اور قربانی کے فلسفہ اور حکمتوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- حریم شریفین، بیت اللہ، روضہ رسول ﷺ، آثار نبویہ اور مقامات مقدسہ کی اہمیت و برکت سے آگاہ ہو سکیں۔
- امت مسلمہ کی آفاقیت اور اجتماعیت کے سلسلے میں حج کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
- حج اور عمرہ کی اہمیت سے آگاہ ہو کر صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں حج اور عمرہ کرنے والے بن سکیں۔
- قربانی کی اہمیت سے آگاہ ہو کر صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں جذبہ اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے والے بن سکیں۔
- حریم شریفین، بیت اللہ، روضہ رسول ﷺ، آثار نبویہ اور مقامات مقدسہ کے انوار و فیوض سے مستفید ہونے والے بن سکیں۔
- ملت اسلامیہ کی آفاقیت اور اجتماعیت کے تصور سے آگاہ ہو کر عالمی اخوت و یگانگت کی روح پیدا کر سکیں۔

حج ارکانِ اسلام میں ایک اہم رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا^۱ (سورۃ آل عمران: 97)

ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر (بیت اللہ) کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

حج اس اعتبار سے ایک جامع عبادت ہے کہ یہ بیک وقت روحانی، بدنی اور مالی عبادت ہے اور یہ خصوصیت کسی دوسری عبادت کو حاصل نہیں، حج کے مناسک میں احرام باندھنا، منیٰ جانا، وقوف عرفات، مزدلفہ میں قیام، جمرات کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، حلق کرنا، طواف کرنا اور سعی کرنا شامل ہے۔

حج اور عمرہ کی فضیلت

نبی کریم ﷺ نے ایک حج اور چار عمرے ادا فرمائے۔ عمرہ واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحب عمل ہے۔ (جامع ترمذی: 931)

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا دونوں عمروں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (مقبول حج) کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: 1773)

نبی کریم ﷺ نے تین لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا مہمان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ کا مہمان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بلایا تو انھوں نے حاضری دی، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے

مانگا تو اس نے انھیں عطا کیا۔ (سنن ابن ماجہ: 2893)

حج کرنے کا مختصر طریقہ

حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو صبح کی نماز کی بعد احرام باندھے، دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما۔ اور تلبیہ کے درج ذیل الفاظ بلند آواز میں ادا کرے:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ

ترجمہ: حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے ہی لیے تعریفیں ہیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا ان میں کوئی شریک نہیں۔

فجر کی نماز کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے۔ ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے اور نو ذوالحجہ کو نماز فجر کے بعد منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو۔ مغرب تک عرفات میں قیام کرے اور دعا مانگے۔ غروب آفتاب کے بعد میدان عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو۔ پیدل جانا مستحب ہے، مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے۔ رات مزدلفہ میں گزارے۔ رمی کے لیے کنکریاں چنے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہو۔

جب خوب روشنی پھیل جائے تو جمرہ عقبہ کو رمی کرے اور رمی کے بعد قربانی کرے، پھر سر کے بال منڈوالے یا کٹوالے، سر منڈوانے کے بعد وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا پھر قربانی کے دنوں میں سے کسی ایک دن مکہ مکرمہ جا کر ”طواف زیارت“ کر لے، وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنے کے بعد حج کے فرائض ادا ہو گئے، وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے، وقوف مزدلفہ، حج کی سعی اور رمی جمرات جیسے مناسک کی ادائیگی واجب ہے، آخر میں الوداعی طواف کرے، اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے اور وہاں آٹھ یا نو دن کے قیام میں کوشش کرے کہ مسجد نبوی ﷺ میں متواتر چالیس نمازیں پڑھے۔

قربانی

قربانی سے مراد اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے عید الاضحیٰ کے دنوں میں مخصوص جانور کو نبی کریم ﷺ اور ان کے جہاد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق ذبح کرنا ہے۔ عید کے دن قربانی سے زیادہ فضیلت والا کوئی عمل نہیں ہے۔ اسی بنا پر یہ دن سال کا افضل ترین دن شمار ہوتا ہے۔ قربانی نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

جس شخص کو قربانی کی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: 3123)

عید کی نماز سے پہلے قربانی نہیں کی جاسکتی۔ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ اگر خود جانور ذبح نہ کر سکتا ہو تو کوئی دوسرا مسلمان اس کی جگہ جانور ذبح کر سکتا ہے، مگر اجازت ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے بھی قربانی فرمائی تھی۔

اجتماعی قربانی میں ایک گائے میں سات افراد اور اونٹ میں زیادہ سے زیادہ دس افراد شریک ہو سکتے ہیں البتہ کم از کم کی کوئی تعداد متعین نہیں، دو یا تین لوگ بھی برابر گوشت تقسیم کر کے قربانی کر سکتے ہیں۔

قربانی کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے اور اس بات کا عہد کرنا کہ اگر ہمیں اس کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

حج و قربانی ملت اسلامیہ کے اتحاد و یگانگت کے مظاہر ہیں۔ حجاج کرام جب حج کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان کا لباس، اعمال یہاں تک کہ زبان پر بھی ایک جیسے کلمات جاری ہوتے ہیں۔ ان سب کے مناسک بھی یکساں ہوتے ہیں اور وہ مل کر ایک ہی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ حج کے موقع پر لڑائی جھگڑے اور فساد سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ جس سے ایک دوسرے کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

حاجی جب حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ صرف حج کا عظیم الشان فریضہ ہی انجام نہیں دیتا بلکہ اسے حریم شریفین یعنی حرم کی اور حرم مدنی کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ وہ خانہ کعبہ کی زیارت کرتا ہے اور اس سے لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے۔ مسجد نبوی (ﷺ) کی زیارت کا شرف پاتا ہے اور روضہ رسول (ﷺ) پر حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرتا ہے۔ حجاج کرام کو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف میں ایسے بہت سے مقامات کی زیارت کا موقع ملتا ہے جن کا سیرت طیبہ سے گہرا تعلق ہے گویا حج کا یہ سفر صرف مناسک حج ادا کرنے کا سفر ہی نہیں بلکہ بہت سے اسلامی مقامات کی زیارت کا سفر بھی ہے جس سے انسان کی روحانیت اور اسلامی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) عمرہ ادا کرنا ہے:

(الف) سنت (ب) واجب (ج) فرض (د) نفل

(ii) حج کا رکن اعظم ہے:

(الف) احرام باندھنا (ب) طواف زیارت (ج) وقوف عرفہ (د) قربانی کرنا

(iii) نبی کریم ﷺ نے عمرے ادا کیے:

(الف) دو (ب) چار (ج) چھ (د) آٹھ

(iv) نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کی:

(الف) گائے کی (ب) اونٹ کی (ج) بکروں کی (د) دنبوں کی

(v) آٹھ ذوالحجہ کو حاجی احرام باندھتے ہیں:

(الف) فجر کی نماز کے بعد (ب) ظہر کی نماز کے بعد (ج) عصر کی نماز کے بعد (د) مغرب کی نماز کے بعد

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حج کے کوئی سے تین مناسک تحریر کریں۔
- (ii) حج و عمرہ کے بارے میں ایک حدیث مبارک تحریر کریں۔
- (iii) قربانی کی استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لیے کیا ارشاد فرمایا گیا ہے؟
- (iv) قربانی کے متعلق تین احکام تحریر کریں۔
- (v) حج بیت اللہ کس طرح مسلمانوں کے باہمی اتحاد و محبت کو فروغ دیتا ہے؟ وضاحت کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) حج اور قربانی کے بارے میں ایک جامع مضمون تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چند آیات قرآنی کی فہرست (سورت کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں حج اور قربانی کا ذکر ہو۔
- کمر اجتماعت میں حج اور قربانی کی حکمتوں کے بارے میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو قربانی کی یہ دعایا دیکروائیں:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّلَامِ وَالْأَرْضَ حَقِيقًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾ (سورة الانعام: 79)

ترجمہ: بے شک میں نے اپنا رخ کر لیا سب سے الگ ہو کر اُسی کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

- مناسک حج کے متعلق کوئی مستند ویڈیو دکھائی جائے۔

(الف) عہدِ نبوی کے ماہ و سال (مدنی دور)

نبی کریم ﷺ بطور معاشرتی مصلح

(1) غزوہ تبوک

حاصلاتِ تعلیم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- غزوہ تبوک کے اسباب، وجوہات اور پس منظر سے آگاہ ہو سکیں۔
- غزوہ تبوک کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- اس غزوہ کی مشکلات اور منافقین کے کردار کو جان سکیں۔
- اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانیوں اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے آگاہ ہو سکیں۔
- غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں سے آگاہ ہو کر اعلیٰ کلمۃ اللہ (غلبہ اسلام) کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کر سکیں۔
- منافقین کے کردار سے آگاہ ہو کر منافقت کی تمام صورتوں سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہر حال میں سچائی پر کاربند رہنے والے بن سکیں۔

غزوہ تبوک 9 ہجری میں ہوا۔ تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ منورہ سے دمشق کے راستے پر واقع ہے۔ اس علاقے میں موجود پانی کے ایک چشمے کا نام تبوک تھا اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام بھی غزوہ تبوک پڑ گیا۔ معرکہ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ غسانی قبائل جو شام میں رومیوں کے زیر اثر تھے اور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو قیصر روم ہرقل نے اس لڑائی کے لیے ابھارا۔ شام کے تاجروں نے مدینہ منورہ میں یہ خبر دے دی کہ رومیوں نے شام میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے جس کو ہرقل کی حمایت حاصل ہے۔

نبی کریم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ یہ سخت تنگی، قحط سالی اور شدید گرمی کے دن تھے۔ پھلوں کے پکنے کا موسم تھا جس کی وجہ سے گھروں سے نکلنا بہت دشوار تھا۔ ان تمام ناسازگار حالات کے باوجود جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کا اعلان فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے جوش و خروش سے تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے اس مہم میں ہر اس شخص کی شرکت لازمی قرار دے دی جو صحت مند ہو اور اس کے پاس سواری کا

جانور موجود ہو۔

نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے مال و اسباب اکٹھے کرنے شروع کر دیے۔ نبی کریم ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنا مال و دولت آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کا سارا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

ترجمہ: ”تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟“

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ”میں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور الفت کو چھوڑ کر آیا ہوں۔“ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کو سہاڑ و سامان مہیا کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم، سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 90 سق (13 ٹن یعنی 500 کلو گرام) کھجوریں پیش کیں اور حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات بھر مزدوری کر کے نصف ساع کھجوریں مکا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی اپنے اموال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ سیدہ اُمّ سنان اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چادر بچھی ہوئی دیکھی جس میں مسلمان خواتین اپنے ہار، چوڑیاں، انگوٹھیاں، جھمکے، دیگر زیورات اور کپڑے ڈال رہی تھیں۔“

نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اہل بیت کی حفاظت، گھریلو اور دیگر امور کی انجام دہی پر مامور فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے سوار یوں کی کمی کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدینہ منورہ ہی میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلوص، جذبہ ایمانی اور جہاد کے شوق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ غزوہ تبوک کے سفر کی تیاری زور شور سے جاری تھی۔ زاد سفر اور سوار یوں کا بندوبست کیا جا رہا تھا لیکن منافقین کا ٹولہ طرح طرح کی سازشوں میں مصروف تھا۔ منافقین کے لیڈر جند بن قیس اور عبد اللہ بن ابی جہاد کے لیے نکلنے پر قطعاً راضی نہ تھے۔ وہ اپنی جماعت سمیت مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے اور رومیوں سے خوف زدہ کرنے میں مشغول تھے۔

جب نبی کریم ﷺ اسلامی لشکر لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین کا سردار عبد اللہ بن ابی ثنیۃ الوداع کے پاس ذباب نامی مقام پر اپنے ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ: اتنے گرم موسم میں حالات کی تنگی کے باوجود مسلمان رومیوں سے جنگ لڑنے جا رہے ہیں۔ رومی بہت طاقتور ہیں ان کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سامنے منافقوں کی حالت عیاں کر دی اور وہ بے نقاب ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ کی قیادت میں تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران مسلمانوں کو تین طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ سواریاں کم تھیں، زادراہ بہت تھوڑا تھا اور پانی کی شدید قلت تھی۔ ایک اونٹ پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم باری باری سواری کرتے تھے۔ مٹی بھر کھجوریں کئی افراد میں تقسیم ہو جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے آٹھ سو پانچ کلو میٹر کا یہ فاصلہ انتہائی استقامت، صبر و تحمل اور جواں مردی سے طے کیا۔ سامان کی کمی اور سفر کی تکلیف کی وجہ سے اسے جیش العسرة یعنی تنگی کا لشکر بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی جرأت مندانہ پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے رومی فوج اسلامی لشکر کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بغیر لڑائی کے فتح حاصل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تبوک کے مقام پر بیس دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ مدینہ منورہ واپسی پر عورتوں اور بچوں نے نبی کریم ﷺ کا والہانہ استقبال کیا۔

غزوہ تبوک میں سیدنا کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغیر کسی معقول وجہ کے غزوہ تبوک میں شرکت کرنے سے رہ گئے تھے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ کے پوچھنے پر جب منافقین جھوٹے بہانے تراش رہے تھے تو انھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچ سچ بتا دیا اور آپ ﷺ سے معافی طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کے بیانات قبول کرتے ہوئے ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ اس معاشرتی مقاطعے کو پچاس دن گزر گئے جو ان کی زندگی کے مشکل ترین دن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی اور تمھیں معاف فرما دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی ﷺ خاتۃ النبیین ﷺ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں آج کا دن مبارک ہو، یہ دن ان تمام دنوں سے مبارک ہے جو تمھاری پیدائش کے بعد سے آج تک تم پر گزرے ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ معافی اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول خاتۃ النبیین ﷺ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی برکت سے نجات دی ہے اس لیے میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بات ہی کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے کس قدر حسین انداز میں نوازا ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) مدینہ منورہ سے دمشق کے راستے پر واقع تبوک نام ہے:

(الف) چشمے کا (ب) سرائے کا (ج) باغ کا (د) دریا کا

(ii) غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا/کیں:

- (الف) گھر کا سارا سامان (ب) نصف صاع کھجوریں
(ج) 13 ٹن یعنی 500 کلو گرام کھجوریں (د) ایک ہزار اونٹ اور اشرافیاں

(iii) غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذمہ داری سونپی گئی:

- (الف) غزوہ کی تیاری کے لیے مال جمع کرنے کی (ب) اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی
(ج) اہل بیت کی حفاظت کی (د) لشکر کی تیاری کی

(iv) غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کے پاس:

- (الف) سواروں کی کثرت تھی (ب) جنگی ساز و سامان بہت زیادہ تھا
(ج) سپاہیوں کی کمی تھی (د) زادِ راہ کی شدید قلت تھی

(v) غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ قبول ہوئی:

- (الف) سچ بولنے کی وجہ سے (ب) وعدہ پورا کرنے کی وجہ سے
(ج) سخاوت کی وجہ سے (د) کفایت شعاری کی وجہ سے

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) اہل مدینہ کورومیوں کی جنگی تیاری کے بارے میں کس نے آگاہ کیا؟
(ii) نبی کریم ﷺ نے کن لوگوں کے لیے جنگ میں شرکت لازمی قرار دی؟
(iii) غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنا سامان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا؟
(iv) غزوہ تبوک کے موقع پر خواتین نے کس طرح اسلامی لشکر کی تیاری میں مدد کی؟
(v) غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے کیا کردار ادا کیا؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) غزوہ تبوک پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ✿ کتب سیرت سے غزوہ تبوک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔
✿ کمر اجتماعت میں منافقت کی مختلف صورتوں سے بچنے پر مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- ✿ کمر اجتماعت میں غزوہ تبوک سے متعلق کوئز مقابلے کا انعقاد کروائیں۔

(الف) عہد نبوی کے ماہ و سال (مدنی دور)

نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ بطور معاشرتی مصلح

(2) حجۃ الوداع

حاصلاتِ تعلیم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- حجۃ الوداع کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت اور تعلیمات سے آگاہ ہو سکیں۔
- حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیہ غم کے خطبے کو جان کر اہل بیت خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و منقبت سے واقف ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے حج مبارک کے واقعات سے آگاہ ہو کر حج کا شوق اور ترغیب حاصل کر سکیں۔
- خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات سے آگاہ ہو کر ان کو اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔
- اہل بیت کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر ان سے محبت، احترام و توقیر اور پیروی کرنے والے بن سکیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے قبل جو حج ادا فرمایا اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اکناف عالم میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری کی تکمیل کے بعد نبی کریم ﷺ نے حج ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ کے اعلان حج پر ہر طرف سے مسلمان اکٹھے ہو گئے۔ ہفتہ 26 ذوالقعدہ 10 ہجری کو آپ ﷺ ظہر کی نماز کے بعد مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے۔ نماز عصر سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر دو رکعت عصر کی نماز پڑھی اور رات وہیں گزاری۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس ”مبارک وادی“ میں نماز پڑھو اور کھومرہ حج میں شامل ہے۔

اگلے دن ظہر کی نماز سے پہلے نبی کریم ﷺ نے غسل کیا، سر اور بدن میں خوش بو لگائی۔ پھر تہبند باندھا، چادر اوڑھی اور دو رکعت ظہر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے مصلے ہی پر حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا (حج اور عمرہ کے لیے اکٹھے احرام باندھنے کو حج قرآن کہتے ہیں) اور تلبیہ پڑھا۔ پھر مصلے سے اٹھ کر اونٹنی پر سوار ہوئے پھر تلبیہ پڑھا۔

ایک ہفتہ کے سفر کے بعد مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو ”ذی طوی“ میں رات گزاری اور وہیں فجر پڑھ کر غسل فرمایا۔ پھر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف فرمایا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر بالائی مکہ میں ”حجّون“ کے پاس قیام فرمایا اور دوبارہ طواف نہیں کیا، البتہ احرام برقرار رکھا کیوں کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کے احرام اکٹھا باندھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ (قربانی کا جانور) ساتھ لائے تھے۔ پھر آپ ﷺ 8 ذوالحجہ ترویہ کے

دن منی تشریف لے گئے۔ منی میں نبی کریم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن 9 ذوالحجہ فجر تک کی (پانچ) نمازیں پڑھیں اور چار رکعت والی نماز قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

سورج طلوع ہونے کے بعد آپ ﷺ سے چل پڑے اور عرفات تشریف لائے وہاں ”وادی نمرہ“ میں آپ ﷺ کے لیے خیمہ لگا ہوا تھا آپ ﷺ اسی میں استراحت فرما ہوئے، سورج ڈھلا تو آپ ﷺ قضاؤں پر سوار ہو کر ”وادی عرنہ“ میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے گرد جمع تھے، آپ ﷺ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا کی، شہادت کے کلمات کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حقوق اللہ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائی کی خصوصی تاکید فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ آپ ﷺ نے ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کے تحفظ پر خاص زور دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کن لو جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی رسومات کے خاتمے کا اعلان فرماتے ہوئے سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود جو لوگوں کے ذمے تھا اس کی معافی کا اعلان فرمایا اور تاکید فرمائی کہ تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق ادا کرو۔ آپ ﷺ نے معاشرے کے پسماندہ طبقوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمھارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اور تم سے (قیامت میں) میرے بارے میں سوال ہوگا تو پھر تم کیا کہو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی۔ پھر آپ ﷺ شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے لوگوں کی طرف جھکاتے اور فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ

”اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔“

اسلام کے اصول آپ ﷺ نے اپنے ان خطبات میں ارشاد فرمادیے اور حاضرین کو دیگر مسلمانوں تک پہنچانے کی تلقین کی۔ وقوف عرفہ کے دوران ہی میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَنْتُمْ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَاضِیْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورة المائدة: 3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطور دین پسند کر لیا۔

نبی کریم ﷺ یمن کی اصلاح احوال کے لیے وقتاً فوقتاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے حجة الوداع سے پہلے رمضان المبارک 10 ہجری میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو (300) سواروں کے ساتھ یمن روانہ فرمایا، ان کے سرپرستار باندھی، علم عطا فرمایا اور ہدایات دیں کہ قتال میں پہل نہیں کرنی، نماز کا حکم دینا ہے اگر اطاعت

کر لیں تو زکوٰۃ کا حکم دینا اور بتانا کہ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ آپ ﷺ نے رواجی کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دُعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَقِينًا اللَّهُ تَعَالَى تَمَّهَارَے دِل کو ہدایت دے گا اور تمھاری زبان کو ثابت رکھے گا۔ (سنن ابی داؤد: 3582)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن گئے۔ وہاں کے لوگوں کو دعوت دین دی، بہت سے لوگوں نے اسلام کی دعوت قبول کی حتیٰ کہ پورا قبیلہ ”ہمدان“ دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ آ کر حضور ﷺ کے ساتھ ملے اور حج ادا کیا۔

اس موقع پر کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض انتظامی فیصلوں پر نبی کریم ﷺ سے شکوہ کیا۔ چنانچہ سفر حج سے واپسی پر ”غدير خم“ جہاں حجاج کرام اپنے اپنے علاقوں کی راہ لیتے ہیں، کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلَيْ مَوْلَاہُ، اَللّٰهُمَّ وَاِلٰی مَنْ وَاِلَاہُ، وَعَادِمَنْ عَادَاہُ۔ (مسند احمد: 12306)

ترجمہ: میں جس کا دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے، اے اللہ تو اس آدمی کو دوست رکھ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھتا ہے اور جو اس سے عداوت رکھے، تو بھی اس سے عداوت رکھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب اور مقرب ہیں۔ ان سے محبت کا تعلق رکھنا ایمان کا تقاضا ہے اور ان سے بغض یا کدورت رکھنا ایمان کے منافی ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا:
- (الف) 8 ہجری (ب) 9 ہجری (ج) 10 ہجری (د) 11 ہجری
- (ii) حج اور عمرہ کے لیے اکٹھا احرام باندھنا کہلاتا ہے:
- (الف) حج مبرور (ب) حج قرآن (ج) حج تمتع (د) حج افراد
- (iii) ہدی سے مراد ہے:
- (الف) قربانی کا جانور (ب) پالتو جانور (ج) حلال جانور (د) طاقت ور جانور
- (iv) نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر کس مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کی؟
- (الف) ذوالخليفة (ب) حدیبیہ (ج) غدير خم (د) منی

(v) خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گواہی لی:

- (الف) حج ادا کرنے پر (ب) قربانی کرنے پر
(ج) رسالت کا حق ادا کرنے پر (د) نماز ادا کرنے پر

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟
(ii) غدیر خم کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کریں۔
(iii) تکمیل دین کے حوالے سے آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
(iv) خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے انسانی مساوات کے حوالے سے کیا ارشاد فرمایا؟
(v) نبی کریم نے ہدایت اور راہ نمائی کے لیے کن دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) خطبہ حجۃ الوداع پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چارٹ تیار کریں جس میں حجۃ الوداع کے سفر کے واقعے کو نقشے کی صورت میں واضح کریں۔
● کمر اجتماعت میں خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات پر مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- اہل بیت کے مقام و مرتبہ سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

(الف) عہد نبوی کے ماہ و سال (مدنی دور)

نبی کریم ﷺ بطور معاشرتی مصلح

(3) وصال نبوی (ﷺ)

حاصلاتِ تعلیم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- وصال نبوی ﷺ کے واقعے کو جان سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی آخری وصیتوں خصوصاً نماز، خواتین اور یردست افراد سے حسن سلوک سے آگاہ ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی فضیلت سے آگاہ ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی آخری وصیتوں سے آگاہ ہو کر اپنی عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی محبت سے اپنے قلوب کو منور کر کے کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے عادی بن سکیں۔

نبی کریم ﷺ نے دس ہجری کو فریضہ حج ادا فرمایا۔ ماہ صفر کے آخری ایام میں بقیع الغرقہ سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ بیماری کے ایام میں افواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں میں آتے جاتے رہے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آپ ﷺ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ آپ ﷺ افواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی اجازت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر مستقل طور پر منتقل ہو گئے۔ (صحیح بخاری: 4450)

نبی کریم ﷺ کی وفات سے چار دن قبل آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، لیکن عشاء کے وقت مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ نماز کی امامت کے لیے مسجد تشریف نہ لاسکے۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کے فرائض ادا کیے۔ اس کے بعد وصال سے ایک یا دو دن قبل ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔

وصال سے ایک دن قبل آپ ﷺ نے تمام غلام آزاد فرما دیے۔ آپ ﷺ کے پاس چند دینار تھے وہ صدقہ فرما دیے اور فرمایا میرا ورثہ دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوگا۔ میں نے اپنی بیویوں کے خرچہ اور اپنے عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ

چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: 6729)

نبی محترم ﷺ نے جنگی ساز و سامان وغیرہ مسلمانوں کو ہبہ فرمادیا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے بطور تبرک استعمال کرتے رہے اور یہ چیزیں ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی گئیں۔

وصال کے دن صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ نے اچانک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ سے پردہ اٹھایا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز پڑھتے دیکھا تو خوش ہو کر مسکرائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کروا رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو مصلے پر جگہ دینے کے لیے دوران نماز ہی میں پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نماز جاری رکھو پھر پردہ گرا دیا۔ (صحیح بخاری: 4448)

فجر کی نماز کے بعد اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوایا اور پھر کان میں دو مرتبہ کچھ فرمایا، ایک دفعہ تو آپ رونے لگیں اور دوسری دفعہ مسکرائے لگیں، بعد میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ آپ ﷺ نے پہلی دفعہ فرمایا تھا کہ اس بیماری میں میرا وصال ہونے لگا ہے تو میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا مت روئیں، میرے اہل بیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھے ملو گی، اس پر میں مسکرائے لگی۔ (صحیح بخاری: 4434)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تأسف بھرے لہجے میں کہنے لگیں: ”ہائے! میرے بابا کی تکلیفیں“۔ آپ ﷺ نے اس پر ان سے ارشاد فرمایا: آج کے بعد تمہارے بابا کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکڑی یا پتھر کا پانی سے بھر ایک برتن تھا آپ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے چہرے پر ملتے اور فرماتے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بلاشبہ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ (صحیح بخاری: 4449)

اسی دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے آپ ﷺ نے ان کے لیے اشارے سے دعا فرمائی۔ نبی کریم ﷺ اپنی بیماری کے ان ایام میں متعدد بار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہوئے اور انھیں مختلف وصیتیں فرمائیں۔ انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ وہ میرے قلب و جگر ہیں۔ انھوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی اور ان کے حقوق رہ گئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور اس کی رونقیں دکھائی ہیں، لیکن اس نے اپنے لیے آخرت کو پسند کیا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ وہ بندے خود رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ لوگوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، کیوں کہ لوگ اس جملے کی گہرائی کو نہ سمجھ سکے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے وفات سے چند لمحے قبل سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر چوما اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کی حفاظت اور زیر دست افراد سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

جب آپ ﷺ کے آخری لمحات کا آغاز ہوا تو اس وقت سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں مسواک لیے حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے مسواک کو نرم کیا آپ ﷺ نے مسواک فرمائی اور چھت کی طرف دیکھ کر انگلی کھڑی کی تو آپ ﷺ خاتۃ النبیین علیہا السلام کے آخری الفاظ تھے۔ ”اللَّهُمَّ بِالرَّفِیقِ الْأَعْلَى“ ترجمہ: ”اے اللہ مجھے بلند مرتبہ رفیق سے ملا دے“ یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے اور آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک جھک گیا۔ جس وقت آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو چاشت کا وقت تھا۔

رسول اللہ ﷺ خاتۃ النبیین علیہا السلام کی تجویز و تکفین کا مرحلہ آیا تو آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق غسل کے لیے مدینہ منورہ کے سات کنوؤں سے پانی لایا گیا اور بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کیا گیا۔ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس، حضرت اسامہ بن زید اور آپ ﷺ کے غلام حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ آپ ﷺ کا جنازہ باقاعدہ جماعت کی شکل میں ادا نہیں کیا گیا، بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام اور دعا کرتے رہے۔ جب اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بارگاہ رسالت میں مدینہ درود و سلام پیش کر چکے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لحد والی (بلغی قبر) تیار کی۔ لحد میں اتارنے کا شرف حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حاصل ہوا۔ تدفین کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر سر ہانے کی طرف سے پانی چھڑکا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کو آپ ﷺ کا دفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اہل مدینہ کے لیے رسول کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے زیادہ خوش گوار دن کوئی نہ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رحلت سے زیادہ تکلیف دہ خبر کوئی نہ تھی۔ وصال نبوی (ﷺ) سے حضرت جبریل علیہ السلام کے وحی لانے کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) نبی کریم ﷺ کی بیماری کا آغاز ہوا:

- (الف) صفر المظفر کے آخری ایام میں (ب) محرم الحرام کے آخری ایام میں
(ج) ربیع الاول کے آخری ایام میں (د) رمضان المبارک کے آخری ایام میں

(ii) نبی کریم ﷺ نے آخری وصیتیں فرمائیں:

- (الف) عورتوں، غلاموں اور نماز کے بارے میں (ب) وراثت کی تقسیم کے بارے میں
(ج) سود کی حرمت کے بارے میں (د) زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں

(iii) وصال سے ایک دن قبل نبی کریم ﷺ نے کون سا عمل انجام دیا؟

- (الف) تمام غلام آزاد کر دیے (ب) وراثت تقسیم کر دی (ج) عمرہ ادا کیا (د) نماز کی امامت کی

(iv) حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی کس بات پر تبسم کیا؟

- (الف) جنت کی بشارت پر (ب) وصال کے بعد سب سے پہلے ملاقات کا سن کر
(ج) تسبیح فاطمہ عطا ہونے پر (د) جگر کا ٹکڑا قرار دینے پر

(v) نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا:

- (الف) سہ پہر کے وقت (ب) چاشت کے وقت
(ج) عشا کے وقت (د) مغرب کے بعد

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) نبی کریم ﷺ نے آخری لمحات میں کیا وصیت فرمائی؟
(ii) نبی کریم ﷺ کی لحد مبارک کس نے تیار کی؟
(iii) نبی کریم ﷺ کو کس نے قبر مبارک میں اتارا؟
(iv) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی؟
(v) وصال کے وقت نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر کون سے کلمات تھے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) وصال نبوی (ﷺ) پر نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ☆ طلبہ نبی کریم ﷺ کی وصیتوں کے متعلق مذاکرہ کریں۔
☆ طلبہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام کی ہدایات (نماز، طہارت، خواتین کے حقوق، ماتحت افراد سے حسن سلوک وغیرہ) کی فہرست بنائیں اور موجودہ دور میں ان کی اہمیت کے متعلق کمر اجتماعت میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- ☆ وصال نبوی (ﷺ) کے بارے میں طلبہ کو تفصیل سے آگاہ کریں۔

(ب) اُسوہ رسول (خاتم النبیین ﷺ) اور ہماری زندگی

نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ بطور سرچشمہ ہدایت

(1) صلہ رحمی

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اُسوہ نبوی (خاتم النبیین ﷺ) سے صلہ رحمی کی مثالیں جان سکیں۔
- رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کی سیرت میں اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صلہ رحمی کی ترغیب و تلقین کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- عمر اور رزق میں اضافہ و برکت کے حوالے سے صلہ رحمی کی اہمیت جان سکیں۔
- سیرتِ طیبہ سے صلہ رحمی کی مختلف صورتوں (مالی و بدنی) کے متعلق آگاہ ہو سکیں۔
- معاشرتی زندگی میں صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔
- صلہ رحمی جیسی صفت کو اپنا کر قربت داری کے حقوق ادا کر سکیں۔
- اُسوہ حسنہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کی صلہ رحمی کو سمجھ کر اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- صلہ رحمی جیسی صفت کو روزمرہ زندگی میں اپنا کر خاندانی زندگی کے استحکام کا باعث بن سکیں۔

اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور بہتر تعلقات قائم کرنا، آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنا، دکھ، درد، خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلنا، ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنا اور ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا، رشتوں کو اچھی طرح سے نبھانا اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا، رشتہ داروں پر احسان کرنا، ان پر صدقہ و خیرات کرنا، اگر مالی حوالے سے تنگ دست اور کمزور ہیں تو ان کی مدد کرنا اور ہر لحاظ سے ان کا خیال رکھنا صلہ رحمی کہلاتا ہے جب کہ قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا اور ان کی خبر گیری سے غفلت برتنا قطع رحمی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کرنے والوں کو نقصان اٹھانے والے قرار دیا ہے۔ قیامت کے دن صلہ رحمی کے متعلق پوچھا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ کے اُسوہ حسنہ سے صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تربیت ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غریب رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی تلقین کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنا باغ اپنے غریب رشتہ داروں کو دے

دیں، چنانچہ انھوں نے وہ باغ اپنے عزیزوں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ (صحیح بخاری: 2769)

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور صلہ رحمی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ جو آپ سے تعلق توڑنا چاہتا آپ ﷺ اس کے ساتھ تعلقات کو جوڑتے تھے۔ اگر کوئی شخص تعلقات قائم رکھنا چاہے تو اس سے تعلق قائم رکھنا کوئی مشکل کام نہیں، مشکل تو یہ ہے کہ جو آپ کے ساتھ تعلقات توڑتا ہے اس کو جوڑ کر رکھیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

میرے رب نے مجھے نو (9) باتوں کا حکم دیا ہے۔ مخفی اور علانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، غصہ میں ہوں یا خوشی میں ہمیشہ انصاف کی بات کہوں اور دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہوں، جو مجھ سے تعلق توڑے میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو مجھے نہ دے میں اسے عطا کروں، جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کر دوں۔ میری خاموشی فکر پر مبنی ہو، میرا بولنا یا دالہ کا بولنا ہو اور میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو۔ (جامع الاصول: 9317)

نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی اختیار کرنے والے شخص کو رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت کی ضمانت عطا فرمائی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح مسلم: 6524)

قطع تعلق کرنا رسول اکرم ﷺ کو سخت ناپسند تھا۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے فرمایا آج کوئی قطع تعلق کرنے والا ہمارے پاس نہ بیٹھے تو ایک نوجوان اس مجلس سے اٹھا۔ اس کا اپنی خالہ کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا اس نے ان سے معذرت کی اور پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع تعلق کرنے والا موجود ہو۔ (شعب الایمان: 7590)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں، وہ مجھ سے تعلق توڑ دیتے ہیں۔ میں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا: اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تم نے کہی تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم ایسا ہی کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمھارا ایک مددگار رہے گا۔

(صحیح مسلم: 6525)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ایک چچا زاد بھائی ہے میں اس کے پاس کوئی چیز مانگنے جاتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں دیتا نہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے پھر اسے مجھ سے کوئی کام پڑ جاتا ہے تو وہ آکر مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اسے کچھ بھی نہیں دوں گا اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے ساتھ وہ کام کروں جو اچھا ہے یعنی اس سے صلہ رحمی کروں اور قسم کا کفارہ ادا کروں۔ (سنن نسائی: 3788)

پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کے جن اوصاف کو آپ کی صداقت کے طور پر پیش فرمایا ان میں سے ایک وصف تعلق جوڑنا بھی تھا۔ اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم ﷺ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے اور ان کی مدد کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے صلہ رحمی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ ہمیں بھی صلہ رحمی کو فروغ دینے اور قطع رحمی سے گریز کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صلہ رحمی سے افراد میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور خاندانی نظام استحکام پاتا ہے۔ معاشرتی امن کو فروغ ملتا ہے معاشرہ ترقی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ جبکہ قطع رحمی سے افراد میں باہمی نفرت پروان چڑھتی ہے جس سے معاشرہ مختلف مسائل کا شکار ہو جاتا ہے اور خاندانی استحکام تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) صلہ رحمی سے مراد ہے:

- (الف) رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنا (ب) کثرت سے صدقات و خیرات کرنا
(ج) فضول خرچی سے بچنا (د) تکالیف کو برداشت کرنا

(ii) عمر اور رزق میں اضافہ و برکت کے لیے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا:

- (الف) صلہ رحمی کا (ب) کفایت شعاری کا
(ج) صبر و تحمل کا (د) میانہ روی کا

(iii) رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات ختم کرنا کہلاتا ہے:

- (الف) کفایت شعاری (ب) میانہ روی
(ج) صلہ رحمی (د) قطع رحمی

(iv) حدیث مبارک کی روشنی میں اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہوتا ہے جو:

- (الف) کبھی کسی سے نہ جھگڑے (ب) ہمیشہ ادب سے بات کرے
(ج) کبھی کسی سے تعلق نہ توڑے (د) توڑنے والے سے تعلق جوڑے

(v) اسلام کی تعلیمات کے مطابق تعلق توڑنے والے شخص سے:

- (الف) سختی کرنی چاہیے (ب) بحث کرنی چاہیے
(ج) تعلق جوڑنا چاہیے (د) تعلق توڑنا چاہیے

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) صلہ رحمی کی کوئی سی دو صورتیں لکھیں۔

(ii) صلہ رحمی کے حوالے سے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لکھیں۔

(iii) صلہ رحمی کی فضیلت کے بارے میں حدیث مبارک کا ترجمہ لکھیں۔

(iv) صلہ رحمی کے دو فائدے بیان کریں۔

(v) قطع رحمی کے دو نقصانات تحریر کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) صلہ رحمی کی اہمیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

• طلبہ صلہ رحمی کی مختلف صورتوں پر مذاکرہ کریں۔

• موجودہ دور میں بکھرتے ہوئے خاندانی نظام کے استحکام کے لیے خاندان کے افراد (ماں، باپ، اولاد، بہن اور بھائی وغیرہ) کی ذمہ داریوں پر گفتگو کریں۔

برائے اساتذہ کرام

• کتب سیرت سے صلہ رحمی کے مزید واقعات سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

(ب) اُسوہ رسول (خاتم النبیین ﷺ) اور ہماری زندگی

نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ بطور سرچشمہ ہدایت

(2) خواتین کے ساتھ حسن سلوک

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اُسوہ نبوی ﷺ خاتم النبیین ﷺ میں خواتین کے احترام کی مثالیں جان سکیں۔
- رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کی رشتہ دار خواتین اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ حسن سلوک کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرتی زندگی میں خواتین کے احترام اور حسن سلوک کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا کر ان کے حقوق ادا کرنے والے بن سکیں۔
- اُسوہ حسنہ کی روشنی میں خواتین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کے حسن سلوک کی پیروی کر سکیں۔
- خواتین کا احترام کرنے والے بن کر روحانی تزکیہ اور معاشرتی اصلاح کا باعث بن سکیں۔

خواتین خاندان اور معاشرے کا اہم ترین اور اساسی رکن ہیں۔ مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں خواتین کو بہت سے حقوق سے محروم رکھا گیا اور ظلم و ستم کا شکار بنایا گیا۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو خواتین کے حقوق ادا کرنے اور ان سے حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ النساء: 19) ترجمہ: اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کے فرامین مبارکہ اور سیرت طیبہ سے خواتین کی قدر و منزلت اجاگر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے خواتین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔ (جامع ترمذی: 3895)

ایک حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے ایسے شخص کو جنت میں اپنے ساتھ کی بشارت عطا فرمائی جو بیٹیوں کی اچھی پرورش کرتا ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو آپ ﷺ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح قریب ہوں گے۔ (صحیح مسلم: 6695)

آپ ﷺ نے بیٹی کی پرورش کو جنت کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس کی ایک بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن بھی نہ کرے، اس کی توہین بھی نہ کرے، اپنے بیٹے کو اس پر فوقیت بھی نہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے جنت میں داخل کرے گا۔
(سنن ابی داؤد، 5146)

نبی کریم ﷺ نے عورت کو وہ عزت دی کہ قیامت تک کے لیے اس کا مقام و مرتبہ سب پر واضح ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ انھیں خوش آمدید کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور انھیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (شعب الایمان: 8927)

نبی کریم ﷺ نے جنت ماں کے قدموں میں قرار دی۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیوں کہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔ (سنن نسائی: 3106)

آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے احترام میں اپنی چادر بچھائی اور بہت دیر تک ان کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے وہ عورتوں کو بھی بخشی ہے۔ البتہ مرد اور عورت کے دائرہ عمل میں تھوڑا فرق ہے۔ مرد اگر میدان میں جا کر جہاد کرتا ہے تو عورت اپنے بیٹوں کی اچھی تربیت کر کے انھیں مجاہد بنا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خواتین کا اجر ان کے مزاج کے مطابق کام میں رکھ دیا ہے۔ عہد نبوت میں خواتین مختلف شعبوں میں مختلف خدمات انجام دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ خواتین نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مرد آپ ﷺ سے زیادہ استفادہ کرنے کی وجہ سے ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ہماری تربیت کے لیے کوئی دن مقرر فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ اس دن آپ ﷺ خواتین سے ملاقات فرماتے اور انھیں تعلیم دیتے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خواتین کا احترام کریں۔ خواتین پر آوازیں کسے، گھور کر دیکھنے، ان کا مذاق اڑانے، خواتین کے تعلیمی اداروں کے باہر رش لگانے اور راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کریں۔ عوامی مقامات پر مختصر لباس پہننے سے گریز کریں اور ملازم پیشہ خواتین کا احترام کریں کیوں کہ خواتین کے احترام کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) جنت کس کے قدموں میں ہے؟

(الف) ماں (ب) بیٹی (ج) بہن (د) بیوی

(ii) کون سا شخص دو انگلیوں کی طرح نبی کریم ﷺ کے قریب ہوگا؟

- (الف) دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کرنے والا
(ب) صدقہ و خیرات کرنے والا
(ج) مسلسل روزے رکھنے والا
(د) دوسروں کو معاف کرنے والا

(iii) نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احترام کے لیے:

- (الف) کھڑے ہو جاتے تھے
(ب) پھول بچھایا کرتے تھے
(ج) اہل خانہ کو کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے
(د) ان کے قدموں میں قالین بچھاتے تھے

(iv) نبی کریم ﷺ نے بھلائی کی وصیت فرمائی:

- (الف) عورتوں کے ساتھ
(ب) طلبہ کے ساتھ
(ج) تاجروں کے ساتھ
(د) عمال کے ساتھ

(v) نبی کریم ﷺ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استقبال کے لیے:

- (الف) اپنی چادر ان کے قدموں میں بچھائی
(ب) اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھیجا
(ج) خواتین کا ایک وفد بھیجا
(د) جانور قربان کیے

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) اسلام کی آمد سے پہلے عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا تھا؟
(ii) نبی کریم ﷺ نے خواتین کی تربیت کے لیے کیا اقدام کیا؟
(iii) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد پر نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ کس طرح حسن سلوک کرتے تھے؟
(iv) دو بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟
(v) ہمیں خواتین کے ساتھ کس طرح کا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) سیرت طیبہ کی روشنی میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خواتین کے احترام، حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر مذاکرہ کریں۔
- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلام میں خواتین کو دیے جانے والے حقوق کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو تزکیہ نفس کے لیے بد نظری سے بچنے کی تلقین کریں۔
- طلبہ کو خواتین کے احترام کی ترغیب دیں۔

(ب) اُسوہ رسول (خاتم النبیین ﷺ) اور ہماری زندگی

نبی کریم ﷺ بطور سرچشمہ ہدایت

(3) انداز تربیت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے اندازِ تربیت کی مثالیں جان سکیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- تربیت کے مختلف طریقوں کو سمجھ کر انہیں اپنا سکیں۔
- اُسوہ حسنہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت کو سمجھ کر اسے اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت کو روزمرہ زندگی میں اپنا کر معاشرتی اصلاح و تربیت کا باعث بن سکیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں سے اہم ترین ذمہ داری انسانوں کے اخلاق اور رویوں کی اصلاح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد اس ذمہ داری کو بطریق احسن پورا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس قدر اچھے انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت فرمائی کہ وہ معاشرے کے بہترین انسان قرار پائے۔ نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت میں یہ بات بنیادی نکتے کی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ نے پہلے خود عمل کر کے دکھایا، اس کے بعد لوگوں نے اس کام کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا۔ آپ ﷺ کے اندازِ تربیت کے نمایاں ترین اوصاف حکمت اور بصیرت ہیں۔ آپ ﷺ جب کسی کی تربیت فرما رہے ہوتے تو مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ بے محل بات نہ فرماتے، موقع محل کا خصوصی لحاظ فرماتے۔ آپ ﷺ کسی انسان کی غلطی پر کبھی اس کو سرعام نام لے کر یا بات ٹوک کر تربیت نہ فرماتے بلکہ نام لیے بغیر لوگوں کو اشارتاً نصیحت فرما دیتے تھے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ ﷺ کو مسلسل روزے رکھتے ہوئے دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیے جس کی وجہ سے ان کو کمزوری لاحق ہو گئی چہروں کے رنگ پیلے پڑ گئے تو آپ ﷺ نے ایک جگہ پر جہاں کافی لوگ جمع تھے ان کو خطاب کر کے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی کو دیکھ کر وہ طرزِ عمل اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ ایک بندہ دوسرے سے مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ (سنن ابی داؤد: 4788)

یعنی آپ ﷺ نے ان کو نام لے کر مخاطب کرنے کے بجائے اشارے سے بات کی تاکہ ان کی دل آزاری نہ

ہو۔ آپ ﷺ جب بھی نصیحت فرماتے تو اس بات کا خیال رکھتے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو نصیحت کے وقت آنکھوں میں محبت و شفقت کی چمک ہوتی اور چہرے پر سختی کے بجائے نرمی کا انداز جھلکتا تھا۔

اگر کبھی اس بات کی ضرورت ہوتی کہ غلطی پر فوراً براہ راست متنبہ کر دیا جائے تو انتہائی نرمی اور نہایت دل سوزی اور محبت کے انداز میں سمجھاتے تاکہ مخاطب حق بات قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے، چنانچہ ایک حدیث مبارک میں ذکر ہے کہ: ایک دیہاتی مسجد نبوی (ﷺ) کے ایک گوشے میں پیشاب کرنے لگا حتیٰ کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے پانی کا ڈول طلب فرمایا جو پیشاب پر بہا دیا گیا۔ اس اعرابی صحابی نے دین کی سمجھ آ جانے کے بعد (اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ نے مجھے نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، بس یہ فرمایا: یہ مسجد ایسی جگہ ہے کہ اس میں پیشاب نہیں کیا جاتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 529)

آپ ﷺ کا انداز لوگوں کے ساتھ کس قدر محبت آمیز اور مشفقانہ تھا اس کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے، وہ کہتے ہیں: میں دس برس تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہا، جو کام میں نے جس طرح بھی کر دیا، آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: کہ، یہ کیوں کیا؟ اگر کوئی کام نہ کر سکا تو یہ نہیں فرمایا: یہ کیوں نہیں کیا؟ (صحیح مسلم: 2309)

اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں آپ کا ایک خاص اسلوب یہ بھی رہا ہے کہ آپ زیادہ لمبے اور طویل وعظ و نصیحت سے گریز فرماتے تھے، نبی اکرم ﷺ کا یہ حیرت انگیز اعجاز تھا کہ آپ بڑی بڑی باتوں کو مختصر سے جملوں میں بیان کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم کی خصوصی صفت عطا کی تھی۔

حضور ﷺ مخاطب کے جذبات اور احساسات کے علاوہ مزاج اور نفسیات کا بھی لحاظ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ دیکھنے میں یہ ایک معمولی سا سوال تھا جس کا کوئی بھی جواب دے کر بات ختم کر دی جاتی، مثلاً قیامت کی کچھ نشانیاں بتا دی جاتیں، یا آپ ﷺ فرماتے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے وغیرہ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، آپ ﷺ نے جب دیکھا کہ ایک شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے اور اس کے وقوع کے بارے میں سوال کر رہا ہے تو آپ ﷺ جواب دینے کے بجائے خود ہی سوال کرتے ہیں: تُو نے اس دن کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (صحیح بخاری: 6167) اس سوال کے ذریعے سے آپ ﷺ نے ایک حقیقت ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی بلکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ قیامت کے لیے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ اگر قیامت دیر سے بھی آئے مگر ہماری طرف سے کوئی تیاری نہ ہو تو بے کار ہے۔ آپ ﷺ کی اس خوش اسلوبی نے سائل کو احتساب نفس اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے پر آمادہ کر دیا۔

نبی کریم ﷺ ہر بات مناسب موقع پر کرتے تھے۔ اچھے کام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلیوں پر نشانات پڑے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ ﷺ نے مجھے پتھر توڑنے پڑتے ہیں، اس سخت محنت کی وجہ سے یہ نشانات پڑ گئے ہیں، جب آپ

حَائِثَةُ الْيَمِينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ بات سنی تو شفقت فرماتے ہوئے اس کے ہاتھ چوم لیے۔ ایسے اقدامات سے مخاطب کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس سے وہ نہ صرف بات قبول کرنے پر آمادہ ہوتا ہے بلکہ وہ ہر حال میں اس پر گامزن رہتا ہے۔

حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہر کام اور ہر معاملہ میں تدریج کا اہتمام فرماتے تھے، زیرِ تربیت افراد کی خوبیوں اور خامیوں کا اچھی طرح سے تجزیہ کر کے ایک خامی کو دور کرتے، ایک خوبی کو پروان چڑھاتے، مخاطب کی صلاحیت اور طاقت کے مطابق اسے احکام اسلامی کا پابند بناتے، اسی لیے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ اے معاذ! تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، تم پہلے انھیں توحید اور رسالت کی دعوت دینا، جب وہ یہ بات مان لیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِثَةُ الْيَمِينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے رسول ہیں تو پھر انھیں یہ بتانا کہ اللہ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو پھر انھیں یہ بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقرا میں تقسیم کر دی جائے گی۔ (صحیح بخاری: 1395)

آج بھی ہم اگر سیرتِ طیبہ کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنالیں تو اس سے ان شاء اللہ ایک صالح اور خوش گوار معاشرہ وجود میں آئے گا اور اس کے زیرِ سایہ پوری انسانیت کو امن و سکون کی دولت نصیب ہوگی۔ رسول اللہ کے اندازِ تربیت میں والدین، اساتذہ کرام اور علماء کرام کے لیے راہِ نما اصول موجود ہیں۔ جن کو مشعلِ راہ بنا کر وہ نئی نسل کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں اور ان کو معاشرے کا ایک کامیاب فرد بنا سکتے ہیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دس سال تک خدمت کی:

- (الف) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ب) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
(ج) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (د) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

(ii) نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا:

- (الف) مصر (ب) یمن (ج) شام (د) طائف

(iii) نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قیامت کے بارے میں سوال پوچھنے پر فرمایا:

- (الف) تمہارا نام کیا ہے؟ (ب) تم نے کیا تیاری کی ہے؟
(ج) تم کس شہر سے ہو؟ (د) تم کیوں پوچھ رہے ہو؟

(iv) نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے شفقت سے ہاتھ چومے:

- (الف) پتھر توڑنے والے کے (ب) صلہ رحمی کرنے والے کے
(ج) معاف کرنے والے کے (د) سخاوت کرنے والے کے

(v) نبی کریم ﷺ تربیت کے حوالے سے ہر کام اور معاملہ میں اہتمام فرماتے تھے:

(الف) تدریج کا (ب) وعظ و نصیحت کا (ج) تحریر و تقریر کا (د) ذاتی دل چسپی کا

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد کیا تھا؟
- (ii) نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت کے دو نمایاں اوصاف کیا تھے؟
- (iii) کسی کی غلطی پر نبی کریم ﷺ کا اندازِ تربیت کیا ہوتا؟
- (iv) مسلسل روزے رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟
- (v) نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت میں کن کن لیے راہ نما اصول ہیں؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت کی خوبیوں پر مذاکرہ کریں۔
- مثالی تربیت کے اہم عناصر مثلاً خیر خواہی، شفقت و محبت اور احترام باہمی سے متعلق مذاکرہ کروایا جائے۔

برائے اساتذہ کرام

- اساتذہ کرام اسوہ رسول ﷺ کے مطابق اندازِ تربیت اختیار کریں۔

اخلاق و آداب

باب
چہارم

(1) اخلاص و تقویٰ

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اخلاص و تقویٰ کے معنی و مفہوم کو جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں اخلاص و تقویٰ کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- سیرت نبوی (ﷺ) سے اخلاص و تقویٰ کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- اخلاص و تقویٰ اختیار نہ کرنے کے دنیوی و اخروی نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔
- عملی زندگی میں اخلاص و تقویٰ کے معاشرتی فوائد و ثمرات کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرت نبوی (ﷺ) سے اخلاص و تقویٰ کی مثالوں سے سبق حاصل کر سکیں۔
- عملی زندگی کے معاملات میں اخلاص و تقویٰ کا مظاہرہ کر سکیں۔
- اخلاص و تقویٰ کو اپنا کر ایک مثالی مسلمان بن کر اپنی دنیا و آخرت بہتر بنا سکیں۔

اخلاص کا معنی ہے: خالص بنانا، صاف کرنا۔ اخلاص سے مراد ہر عمل کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ نیکی کی قبولیت کی پہلی شرط اخلاص یعنی اس نیکی کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا ہے۔ نیت کی درستی اتنی اہم چیز ہے کہ اس کے بغیر انسان کا کوئی عمل بارگاہِ الہی میں قبول نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم جو کام بھی کریں اسی کی رضا کے لیے کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے بالکل یک سو ہو کر۔
(سورۃ البینۃ: 5)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (صحیح بخاری: 1) **ترجمہ:** تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

تقویٰ کا لفظی معنی ہے: ڈرنا، پرہیزگاری اختیار کرنا۔ تقویٰ انسان کے دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے اسے نیکی پر آمادہ کرتی ہے اور گناہ سے روکتی ہے۔

تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر ایمان والوں کو خطاب کر کے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں عزّت و شرافت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ (سورۃ الحجرات: 13)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

حضور خاتۃ النبیّین ﷺ نے تقویٰ کا اصل مقام دل کو قرار دیا۔ گویا اگر دل میں تقویٰ ہے تو انسان کے اعمال بھی درست ہوں گے اور اگر دل تقویٰ کی دولت سے محروم ہے تو اعمال بھی بگاڑ کا شکار ہو جائیں گے۔ جب انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ اخلاص نیت کی صورت میں نکلتا ہے۔

اخلاص و تقویٰ اور اسوۂ حسنہ

حضور خاتۃ النبیّین ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں اخلاص و تقویٰ کا درس دیتی ہے۔ گویا اخلاص و تقویٰ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کی سیرت کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کا ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور تقویٰ پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرتے تھے۔ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ خاتۃ النبیّین ﷺ کو مال و دولت اور سرداری کی پیش کش بھی کی۔ لیکن آپ خاتۃ النبیّین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان تمام چیزوں کو ٹھکرا دیا تو اہل مکہ نے آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب سے کہا کہ وہ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے روکیں۔ جب آپ خاتۃ النبیّین ﷺ نے آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کے چچا نے آپ خاتۃ النبیّین ﷺ سے اس بارے میں بات کی تو آپ خاتۃ النبیّین ﷺ نے اُن سے فرمایا:

”اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں، پھر بھی میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔“

نبی کریم ﷺ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ بعض اوقات اتنی عبادت کرتے تھے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ ہر نماز کے بعد استغفار فرماتے تھے اور دن میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرماتے تھے، حالاں کہ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ معصوم عن الخطا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کی مغفرت کا اعلان فرما رکھا ہے۔ آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کا یہ استغفار فرمانا دراصل اپنی امت کی تعلیم کے لیے تھا۔

ایک غزوے کے موقع پر آپ خاتۃ النبیّین ﷺ ایک جگہ دوپہر کے وقت ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دشمن ادھر آ نکلا، آپ خاتۃ النبیّین ﷺ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی، اس نے تلوار پر قبضہ کر لیا اور نبی کریم ﷺ کو جگایا اور آپ خاتۃ النبیّین ﷺ سے کہا کہ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اطمینان سے جواب دیا کہ مجھے بچانے والا اللہ ہے۔ یہ جواب آپ خاتۃ النبیّین ﷺ نے اس اعتماد اور بھروسے کے ساتھ دیا کہ دشمن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس حالت میں تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، اب تلوار نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھی، آپ خاتۃ النبیّین ﷺ نے تلوار اٹھا کر فرمایا کہ تمہیں اب کون بچا سکتا ہے؟ اس شخص کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، آپ خاتۃ النبیّین ﷺ

نے اسے معاف کر دیا۔ اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے حسن سلوک کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ اخلاص و تقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ ان صفات کا مظہر تھا۔ حضور ﷺ کا امتی ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بھی اپنے اندر اخلاص و تقویٰ کی خوبیاں پیدا کریں۔ ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔

اخلاص و تقویٰ اختیار کرنے سے اعمال قبول بھی ہوں گے اور ان کی لذت میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب انسان نیکی کا عمل اخلاص کے ساتھ اور تقویٰ کی صفت اختیار کر کے کرتا ہے تو اُس کے لیے نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جب کوئی نیکی لوگوں کو دکھانے کے لیے کی جاتی ہے تو وہ مشکل لگتی ہے، اس کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ جو لوگوں کو دکھانے کے لیے نیکی کرتا ہے تو ایک دن لوگوں کے سامنے بھی اس کی حقیقت آشکار ہو جائے گی اور وہ آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہوگا۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے:

- (الف) زیادہ دولت والا (ب) زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا
(ج) زیادہ حسن والا (د) زیادہ شہرت والا

(ii) تمام اعمال کا دار و مدار ہے:

- (الف) علم پر (ب) نیت پر (ج) صحت پر (د) جوانی پر

(iii) اخلاص کا معنی ہے:

- (الف) خالص بنانا (ب) عبادت کرنا (ج) کوشش کرنا (د) ڈرنا

(iv) اخلاص لازمی نتیجہ ہے:

- (الف) بزرگی کا (ب) تقویٰ کا (ج) کثرتِ عبادت کا (د) علم و دانش کا

(v) نبی کریم ﷺ نے تقویٰ کا اصل مقام قرار دیا:

- (الف) سوچ کو (ب) دماغ کو (ج) زبان کو (د) دل کو

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) اخلاص کا مفہوم بیان کریں۔

(ii) تقویٰ کے مفہوم پر روشنی ڈالیں۔

(iii) اخلاص و تقویٰ کے بارے میں ایک قرآنی آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

(iv) اخلاص و تقویٰ کے بارے میں ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

(v) رسول اللہ ﷺ کے اخلاص و تقویٰ کی ایک مثال ذکر کریں۔

☆ تفصیلی جواب لکھیں۔

(i) اخلاص و تقویٰ کا مفہوم و اہمیت بیان کرتے ہوئے سیرت طیبہ سے اس کی مثالیں پیش کیجیے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- اس سبق میں آپ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاص و تقویٰ کے مختلف واقعات پڑھے ہیں، اسلامی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعے سے
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت رسول ﷺ کے اخلاص و تقویٰ کے واقعات یاد کیجیے اور اپنے ہم جماعتوں کو سنائیے۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو سمجھائیے کہ نیت دل کا عمل ہے، اس کا تعلق زبان سے بہت کم اور دل سے بہت زیادہ ہے۔
- طلبہ کو اخلاص سمجھاتے ہوئے نیت اور زاویہ نگاہ کی اہمیت بتائیں کہ اس کے ذریعے سے کیسے ہر عمل کو عبادت بنایا جاسکتا ہے۔

(2) پردہ پوشی

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پردہ پوشی کے معنی و مفہوم کو جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں پردہ پوشی کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور سیرت اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روشنی میں پردہ پوشی کی مثالیں جان سکیں۔
- پردہ پوشی کی صفت کو اختیار نہ کرنے کے دنیوی و اخروی نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کے معاشرتی فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرت نبی کریم ﷺ سے سبق حاصل کر کے عملی زندگی میں پردہ پوشی کرنے والے بن سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کر کے معاشرے کو امن و آشتی کا گوارہ بنا سکیں۔

پردہ پوشی کا معنی ہے: کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالنا۔ دین اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم کسی کے عیب جاننے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ہمیں کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپانے کی کوشش کریں، نہ اس شخص کو طعنہ دیں اور نہ اس پر طنز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کے عیب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا

ترجمہ: اور نہ (کسی کے متعلق) جاسوسی کرو۔ (سورۃ الحجرات: 12)

اسی طرح کسی کے عیب اچھالنے اور اسے طعنہ دینے کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔ پردہ پوشی کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی مسلمان کے عیب چھپائے، اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔ (صحیح بخاری: 2442)

اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کا کوئی بُرا کام دیکھ لیا ہے تو اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک پہنچانے سے گریز کرنا چاہیے لیکن اگر وہ ایسا اجتماعی جرم ہے جس سے معاشرے کے افراد کا انفرادی یا اجتماعی نقصان ہو رہا ہو تو اجتماعی مفاد کا خیال رکھتے ہوئے متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دینے کو بھی اسلام قدر اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

پردہ پوشی صرف دوسرے شخص کے عیب ہی کی نہیں ہوتی بلکہ انسان کا خود اپنے عیب چھپانا بھی پردہ پوشی میں شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری تمام امت کو (گناہوں پر) معافی ملے گی سوائے ان لوگوں کے جو (اپنے گناہوں کا) اعلان کرنے والے ہیں کہ بندہ رات کو ایک کام کرے، پھر صبح ہو تو اللہ نے اس کا پردہ رکھا ہو اور وہ خود کہے کہ اے فلاں! میں نے پچھلی رات ایسا ایسا کام کیا، حالاں کہ اس نے رات گزار دی، اس کے رب نے اس پر پردہ ڈالے رکھا اور وہ صبح کرتا ہے تو اپنے رب کا ڈالا ہوا پردہ اتار دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: 6069)

نبی کریم ﷺ جب لوگوں کی اصلاح فرماتے تو دوسرے شخص کا نام لیے بغیر اشارے سے بات فرما دیتے تھے۔ بعض اوقات فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کہتے ہیں اور اس، اس طرح کرتے ہیں۔ لوگ اتنی بات سے ہی اپنی اصلاح کر لیتے تھے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا اور ارشاد فرمایا:

مسلمانوں کو تکلیف مت دو، ان کو عار مت دلاؤ اور ان کے عیب تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیب تلاش کرتا ہے اور اللہ جس کے عیب تلاش کرتا ہے اسے رُسوا اور ذلیل کر دیتا ہے۔ (جامع ترمذی: 2032)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بوڑھے شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا یہ عیب کسی کو نہ بتایا۔ پھر کچھ عرصے بعد وہ شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے بتایا کہ میں اس عمل سے توبہ کر چکا ہوں اور شراب چھوڑ دی ہے۔

دورِ حاضر کے جدید میڈیا پر عموماً پردہ پوشی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ جو چیز انسان دیکھتا ہے اس کو بغیر تحقیق کے اور پردہ پوشی کی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے فوراً دوسرے لوگوں اور گروپوں میں پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس طرح وہ دو طرح کے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ ایک گناہ جھوٹی خبر پھیلانے کا اور دوسرا گناہ دوسروں کے عیب اچھالنے کا۔ موبائل اور باہمی رابطہ کے جدید ذرائع پر پردہ پوشی کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں ہمارے لیے رحمت بنی رہیں، زحمت نہ بنیں۔

پردہ پوشی اختیار نہ کرنے کے بہت سے دُنیوی اور اخروی نقصانات ہیں۔ اس سے معاشرے میں بے چینی بڑھتی ہے۔ نفرت بڑھنے کے ساتھ ساتھ دشمنی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ اگر دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کی جائے تو باہمی یقین اور تعاون کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ جب برائی کی باتوں اور عیبوں کو اچھالا جائے تو برائیاں پھلتی ہیں اور جب برائیوں کے تذکرے مٹ جائیں تو برائیاں بھی مٹ جاتی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرما کر ہمیں معاف کر دیتا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم دوسروں کے گناہوں اور عیبوں پر پردہ ڈالیں اور معاف کر دیں تاکہ معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکے اور باہمی اخوت و محبت کے جذبات پروان چڑھ سکیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) پردہ پوشی سے مراد ہے:

(الف) عیب چھپانا (ب) عیب ظاہر کرنا (ج) بڑھا چڑھا کر پیش کرنا (د) نصیحت کرنا

(ii) دوسروں کے عیب چھپانے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملے گا:

- (الف) اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دیا جائے گا (ب) اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے گا
(ج) اس کو سخی لکھ دیا جائے گا (د) اس کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا

(iii) نبی کریم ﷺ دوسروں کی اصلاح فرماتے:

- (الف) نام لے کر (ب) نام لیے بغیر
(ج) سخی فرما کر (د) مجمع میں اسے کھڑا کر کے

(iv) دین اسلام میں منع کیا گیا ہے:

- (الف) عیب تلاش کرنے سے (ب) صلہ رحمی کرنے سے
(ج) سخاوت کرنے سے (د) میانہ روی اختیار کرنے سے

(v) جب انسان کے پاس کوئی خیر پہنچے تو اسے چاہیے کہ:

- (الف) تصدیق کرے (ب) تردید کرے (ج) آگے پہنچائے (د) انکار کر دے

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) پردہ پوشی کا مفہوم بیان کریں۔
(ii) پردہ پوشی کے بارے میں ایک قرآنی آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
(iii) پردہ پوشی کے بارے میں ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
(iv) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پردہ پوشی کا حکم کیسے پورا کیا؟
(v) پردہ پوشی کے حوالے سے دورِ حاضر میں میڈیا کا کیا کردار ہے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پردہ پوشی پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

✽ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں پردہ پوشی سے سبق حاصل کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر کردار کشی کرنے کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کریں۔

✽ پردہ پوشی اختیار نہ کرنے کے نقصانات کے واقعات جماعت میں بیان کریں۔

برائے اساتذہ کرام

✽ طلبہ کو آگاہ کریں کہ وہ پردہ پوشی کے حکم پر کیسے عمل کر سکتے ہیں۔

✽ طلبہ کو مناسب طریقے سے سمجھائیں کہ وہ اپنے ماں باپ سے اپنے دل کی ہر بات کریں۔ اگر کسی شخص کا رویہ یا میل جول انھیں مناسب نہ لگے تو اس کا تذکرہ بھی اپنے والدین سے کریں۔

(3) جھوٹ

حاصلاتِ تعلم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- جھوٹ کے معنی و مفہوم اور مختلف صورتوں کے متعلق جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں جھوٹ سے بچنے اور سچ کو اختیار کرنے کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ اور سیرت اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جھوٹ سے بچنے اور سچ کو اختیار کرنے کی مثالیں جان سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ اور سیرت اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جھوٹ سے بچنے اور سچ کو اختیار کرنے کی مثالیں جان کر اپنے قول و فعل کا جائزہ لے سکیں۔
- ”سچ بولیں اور سچوں کا ساتھ دیں“ کے نعرے کو معاشرے میں پروان چڑھا سکیں۔

جب انسان کسی بات کو اس کی حقیقت کے مطابق بیان کرے تو یہ سچائی ہے۔ حقیقت کو چھپانا اور سننے والے کو دھوکا دینا جھوٹ کہلاتا ہے۔ تمام مہذب معاشروں اور آسمانی تعلیمات میں جھوٹ کو حرام قرار دیا گیا اور ہمیشہ سچ بولنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (سورۃ الحج: 30) ترجمہ: ”اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی عورتوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ سچائی نیکی کا راستہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے منافقوں کی نشانیاں بیان فرمائیں، ان میں ایک نشانی یہ بھی تھی: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (صحیح بخاری: 33)

ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ”کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہو سکتا ہے۔“ پھر انھوں نے پوچھا ”کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہو سکتا ہے۔“ پھر انھوں نے پوچھا ”کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔“ (مؤطا امام مالک: 1630)

جھوٹ کا تعلق صرف زبان ہی سے نہیں ہے بلکہ تن درست انسان کا اپنی بیماری کی جھوٹی درخواست دینا، جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ (طبی رپورٹ) بنوانا، جھوٹی سفارش کرنا، مذاق میں جھوٹ بولنا، کسی پر جھوٹا مقدمہ بنادینا، کوئی چیز فروخت کرتے ہوئے جھوٹ بولنا، کسی کی غلط حاضری لگانا، موبائل یا سوشل میڈیا کے ذریعے سے خلاف واقعہ بات کی تشہیر کرنا اور اس طرح کی دیگر تمام چیزیں جھوٹ میں داخل ہیں۔ جھوٹ اتنی بری عادت ہے کہ اسلام سے پہلے جب لوگوں میں کئی برائیاں موجود تھیں، اس کے باوجود وہ جھوٹ سے بچا کرتے تھے اور اسے بہت بری عادت سمجھتے تھے۔

آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ تجارت میں اس قدر دیانت داری سے کام لیتے کہ اہل عرب آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

اہل مکہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ سچ بولا، کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیا اور کبھی کسی کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب روم کے بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ انھوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو دشمن ہونے کے باوجود ابوسفیان نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، کہا کہ وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جھوٹ سے شدید نفرت تھی۔ نبی کریم ﷺ کے فیض یافتہ یہ لوگ جھوٹ سے کس قدر اجتناب کرتے تھے، اس کا اندازہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے ہو سکتا ہے، وہ فرماتے تھے:

وَاللّٰهُ مَا كُنَّا نَكْذِبُ وَلَا نَذَرِي مَا الْكَذِبُ

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے اور ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا کہ جھوٹ ہوتا کیا ہے۔ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جھوٹ کے چند نقصانات درج ذیل ہیں:

- ✽ اللہ تعالیٰ جھوٹے آدمی کی دعا قبول نہیں فرماتا اور نہ اس کے رزق میں برکت فرماتا ہے۔
- ✽ جھوٹ بولنے والے کو نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور نہ ہی لوگ پسند کرتے ہیں۔
- ✽ جھوٹ بولنے والا معاشرے میں اپنی عزت کھودیتا ہے۔
- ✽ جھوٹ بولنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔
- ✽ جھوٹ بولنے والے کو خود پر بھی اعتماد نہیں رہتا اور وہ اپنی نظر میں بھی گر جاتا ہے۔

سچ بولنے والے کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسے دل کا سکون مل جاتا ہے۔ لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی بات پر اعتماد کرتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو بعض اوقات وقتی فائدہ تو حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اصل فائدہ اور ہمیشہ رہنے والا فائدہ سچ بولنے والے کو ہی ملتا ہے۔

ہمیں ہمیشہ سچائی کی عادت اپنانی چاہیے۔ خاص طور سے اپنے ماں باپ سے تو ہرگز جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ جو بچے اپنے ماں باپ سے جھوٹ بولتے ہیں وہ زندگی میں غلطیاں کرتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی کا یہ اصول بنانا چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچ کا ساتھ دیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو:

- (الف) سادہ لوح ہو (ب) جھوٹا ہو (ج) بزدل ہو (د) بخیل ہو

(ii) منافق کی ایک نشانی ہے:

(الف) جھوٹ بولنا (ب) سچ بولنا (ج) کنجوسی کرنا (د) بغاوت کرنا

(iii) سچائی راستہ دکھاتی ہے:

(الف) بادشاہت کا (ب) اقتدار کا (ج) محل کا (د) نیکی کا

(iv) عرب کے لوگ آپ ﷺ کو لقب سے یاد کرتے تھے:

(الف) محبوب عالم (ب) عالم دین (ج) صادق و امین (د) ماہر تاجر

(v) تمام برائیوں کی جڑ ہے:

(الف) زیادہ بولنا (ب) زیادہ کھانا (ج) زیادہ سونا (د) جھوٹ بولنا

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) سچ اور جھوٹ میں کیا فرق ہے؟

(ii) جھوٹ کی مذمت پر ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

(iii) جھوٹ کی مذمت پر ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

(iv) نبی کریم ﷺ کی سچائی اور راست گوئی کا کوئی ایک واقعہ تحریر کریں۔

(v) جھوٹ کے کیا نقصانات ہیں؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جھوٹ کی مذمت پر جامع مضمون لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ✽ جھوٹ کی ممانعت پر دو قرآنی آیات اور دو مستند احادیث مبارکہ مع ترجمہ تحریر کر کے لائیں۔
- ✽ جھوٹ کو اپنی زندگی سے نکال دیجیے۔ کسی بھی خامی کو ختم کرنے کے لیے تھوڑی محنت کرنا پڑتی ہے، لیکن آخر کار اس سے نجات مل ہی جاتی ہے۔

برائے اساتذہ کرام

- ✽ گروپ کی صورت میں جھوٹ کے نقصانات کے بارے میں طلبہ کے درمیان ایک مکالمہ کروایا جائے۔
- ✽ بچوں کو مشاہیر اسلام کی صداقت کے واقعات سنائیں۔
- ✽ زبان کی حفاظت کے موضوع پر مباحثہ کا انعقاد فرمائیں۔

(4) غیبت اور بہتان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- غیبت اور بہتان کے معنی و مفہوم، اسباب، مختلف صورتیں اور غیبت اور بہتان کے درمیان فرق کو جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں غیبت اور بہتان سے بچنے کے طریقے، اس کی اہمیت اور فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- غیبت اور بہتان کے دنیوی و اخروی نقصانات سمجھ سکیں۔
- اس بات کا ادراک کر سکیں کہ غیبت اور بہتان باہمی تعلقات کی خرابی اور معاشرتی بگاڑ کی جڑ ہیں۔
- روزمرہ زندگی میں غیبت اور بہتان سے بچنے کے معاشرتی فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- غیبت اور بہتان کے دنیوی و اخروی نقصانات کو جان کر ان سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- روزمرہ معاملات میں غیبت اور بہتان سے بچتے ہوئے معاشرے کو ان رذائل سے پاک کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

غیبت اور بہتان کا معنی ہے: کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا۔ اگر وہ برائی اس میں موجود ہو تو اسے غیبت کہتے ہیں اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو اسے بہتان کہتے ہیں۔ بہتان غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ کسی کے سامنے اس کی برائی بیان کرنے کو طعنہ اور طنز کہتے ہیں۔ کسی کو طعنہ دینا اور اس پر طنز کرنا بھی حرام ہے۔

کسی پر چھوٹا الزام لگانا بھی بہتان ہے۔ اسے تہمت لگانا بھی کہتے ہیں۔ اسلام کے عدالتی نظام میں کسی پر تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے، تہمت لگانے والے پر اسی کوڑوں کی سزا نافذ ہوتی ہے۔

کسی کی جسمانی یا عملی کمزوری، رنگ، نسل، خاندان یا پیشے کی بنیاد پر اسے طعنہ دینا یا اس کی غیبت کرنا سخت گناہ ہے۔ ہر انسان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جب کسی کی جسمانی کمزوری یا رنگ و شکل کی بنیاد پر اس کی تحقیر کی جاتی ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر اعتراض کیا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں غیبت کرنے اور طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت کا اعلان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ہر ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے جو (آمنے سامنے) طعنہ دینے والا (اور پیٹھ پیچھے) عیب نکالنے والا ہو۔

(سورة الہمزہ: 01)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیبت کو حرام قرار دیا ہے اور اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس اس سے تو تم

(انتہائی) نفرت کرتے ہو (سورة الحجرات: 12)

قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت مثال غیبت کی بیان کی گئی ہے، کیوں کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بہت

سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی بدگوئی نہ کیا کرو نہ ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ جو ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا، اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ تلاش کرے گا اسے اس کے گھر کے اندر رسوا کر دے گا۔ (سنن ابی داؤد: 4880)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے، ان میں سے ایک کو تو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ پیشاب کرتے ہوئے پاکی کا خیال نہیں رکھتا تھا اور دوسرے کو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کیوں کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔ (سنن ابن ماجہ: 349)

غیبت کرنا بزدل اور بے کار لوگوں کا شیعہ ہے۔ بہادر لوگ غیبت جیسے مرض سے دور رہتے ہیں۔ غیبت کرنے والے شخص کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کے جن عیبوں کا تذکرہ کر رہا ہوتا ہے، ایک دن خود بھی ان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غیبت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم زبان کی حفاظت کریں۔ ہمارے دل میں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہمیں قیامت کے دن اپنے ہر قول و فعل کا حساب دینا ہوگا۔ ہم جو لفظ بھی بولتے ہیں وہ محفوظ کر لیا جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: وہ جو لفظ بھی بولتا ہے اس پر ایک نگران (لکھنے کے لیے) تیار رہتا ہے۔ (سورۃ ق: 18)

غیبت سے بچنے کے لیے ہمیں ایسے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے جو ہر وقت غیبت میں اور دوسروں کی برائیاں بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

غیبت اور بہتان کی وجہ سے معاشرے میں کینے اور دشمنی کو فروغ ملتا ہے، ایک دوسرے کے بارے میں دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں بہت سے لوگ غیبت کی خوف ناک آفت کی لپیٹ میں ہیں۔ اس گناہ کی وجہ سے آج گھر میدان جنگ بنے ہوئے ہیں۔ خاندانوں، محلوں اور بازاروں میں نفرت کی منحوس دیواریں کھڑی ہو گئی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس گناہ سے مکمل پرہیز کریں، نہ غیبت کریں اور نہ ہی سنیں۔ اس طرح ہمارا وقت بچے گا، ہمارا دل پرسکون رہے گا، دل میں دوسروں کے لیے نفرت کے جذبات پیدا نہیں ہو گے اور ہم آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنے کو کہتے ہیں:
- (الف) غیبت (ب) فتنہ و فساد (ج) فضول خرچی (د) بے حیائی
- (ii) کسی کے سامنے اس کی برائی بیان کرنے کو کہتے ہیں:
- (الف) تکبر اور غرور (ب) طنز اور طعنہ (ج) لاپرواہی اور سستی (د) چغل خوری اور غیبت
- (iii) قرآن مجید میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے:
- (الف) غیبت کو (ب) جھوٹ کو (ج) سود کو (د) تکبر کو
- (iv) دوسروں کے عیبوں کا تذکرہ کرنے والا بتلا ہو جاتا ہے:
- (الف) بیماریوں میں (ب) انھی عیبوں میں (ج) لالچ میں (د) تکبر میں
- (v) غیبت اور بہتان کی وجہ سے دلوں میں پیدا ہوتی ہے:
- (الف) حرص (ب) لالچ (ج) نفرت (د) میانہ روی

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) غیبت کا کیا معنی ہے؟ (ii) بہتان کا کیا معنی ہے؟
- (iii) غیبت اور بہتان کی حرمت پر ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
- (iv) غیبت اور بہتان کی حرمت پر ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
- (v) غیبت اور بہتان کے معاشرے پر دو نقصانات تحریر کریں۔

☆ تفصیلی جواب لکھیں۔

- (i) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غیبت اور بہتان کی حرمت پر مضمون تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- عملی زندگی سے مثالیں دیں کہ ہم غیبت اور بہتان سے بچتے ہوئے کس طرح خلوص اور خیر خواہی کا رویہ اپنا سکتے ہیں؟
- غیبت اور بہتان کی ممانعت پر قرآنی آیات اور مستند احادیث مبارکہ مع ترجمہ چارٹ پر تحریر کر کے کمر اجتماعت میں آویزاں کیجیے۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو غیبت سے بچنے کی ترغیب دیجیے اور غیبت کی حوصلہ شکنی کیجیے۔

(5) جادو، فال اور توہم پرستی

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں ستاروں کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کے فتنوں کے بارے میں شرعی احکام جان سکیں۔
- جادو دیکھنے، سکھانے، کرنے اور کروانے کی ممانعت سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- پُر امید رہنے اور نیک شگون لینے کی اہمیت جان سکیں۔
- ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کے معاشرے پر ہونے والے نقصانات کا فہم حاصل کر سکیں۔
- ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کی مختلف صورتوں اور ان کے تدارک کا جائزہ لے سکیں۔
- ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کی اپنے معاشرے میں موجود مختلف صورتوں کی نشان دہی کر سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں جادو، ستاروں کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کی مذمت سے آگاہ ہو کر روزمرہ زندگی میں اس سے اجتناب کر سکیں۔

توہم پرستی کا معنی ہے: بغیر کسی شرعی یا عقلی دلیل کے کسی نظریے یا خیال کو اپنا لینا۔ توہم پرستی کی ایک صورت بد شگونی بھی ہے۔ کسی چیز، دن یا مہینے کو بُرا سمجھنا بد شگونی کی مثالیں ہیں۔ فال وغیرہ کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے کی کوشش کرنا بھی توہم پرستی ہی ہے۔ ظاہری اسباب میں اثر پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کسی چیز، دن یا مہینے کو منحوس سمجھنا بد شگونی ہے۔ بد شگونی اور توہم پرستی قابلِ مذمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی بھی چیز انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ نفع و نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جب وہ خیر پہنچانا چاہے تو کوئی شر نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ کوئی مصیبت نازل کر دے تو کوئی اسے دور نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور فرمانے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اس (فضل) کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ یونس: 107)

انسان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو لوگ دین کے علم سے محروم ہیں وہ توہم پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کسی انسان، جانور، دن یا مہینے کو منحوس سمجھنا جہالت اور توہم پرستی ہے۔ جو لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں وہ دراصل خام خیالی کا شکار ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے۔ مستقبل کے حالات جاننے اور مستقبل کے کام بنانے کے لیے ستاروں کی چال، فال یا جادوؤں وغیرہ کا استعمال اسلام میں حرام ہے۔

مستقبل میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ جس کا مسنون

طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کی دعا کی جائے۔

اسلام نے جیسے تو ہم پرستی سے منع کیا ہے اسی طرح بدشگونی اور بدفالی سے بھی منع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نجومی کے پاس جائے، اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس راتوں تک نماز قبول نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم: 5821)

اسلامی تعلیمات میں بدشگونی کی اجازت نہیں ہے، یعنی کسی انسان، جانور، چیز یا وقت سے بدشگونی لینا درست نہیں ہے۔ البتہ نیک شگون یا نیک فال لینا درست ہے۔ انسان کو ہمیشہ پر امید رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بدشگونی کی کوئی اصل نہیں البتہ نیک فال لینا کچھ بُرا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: 5754)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کے دل میں کوئی چیز کھٹکتی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ الفاظ کہے:

”اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“

ترجمہ: اے اللہ! آپ کی طرف سے نازل کی جانے والی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں اور آپ کے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (مسند احمد: 7045)

جادو ایک حقیقت ہے، جس میں بعض اوقات دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض اوقات لوگوں کی نظروں اور عقلوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ جادو گر چیزوں کی حقیقت کو نہیں بدلتا، البتہ خیال پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اسلام میں جادو کرنے، کرانے کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔ جادو وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے اور عجوہ کھجور کھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنات اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، یہاں تک کہ معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں، جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو لے لیا اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا۔ (جامع ترمذی: 2058)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ ہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔ (صحیح بخاری: 5769)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تباہ کر دینے والی چیز اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اس سے بچو اور جادو کرنے کرانے سے بھی

بچو۔ (صحیح بخاری: 5764)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ دعا پڑھ کر دم فرمایا کرتے:

”أَعِذُّكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ“

ترجمہ: میں تم دونوں کے لیے اللہ کے مکمل اور پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور ہلاک کرنے والی ہرزہ بریلی چیز

اور نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔ (جامع ترمذی: 2060)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے یہی دعا فرماتے تھے۔

جادو، ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی کی وجہ سے معاشرہ بہت سی برائیوں کا شکار بن جاتا ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ✽ ایسے لوگ مسائل کی اصل جڑ تک پہنچنے کے بجائے غیر ضروری کاموں اور باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔
- ✽ ایسے لوگ شاید وقتی فائدہ تو اٹھالیں لیکن بڑی بڑی کامیابیوں سے محروم رہتے ہیں۔
- ✽ توہم پرست لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے بعض اوقات معاشرے میں مذاق بن جاتے ہیں۔
- ✽ توہم پرستی اور خرافات کے شکار لوگ معاشرتی تعلقات میں توازن سے محروم رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے بدگمان رہتے ہیں۔

✽ جادو، ٹوٹے اور ستاروں کی چال کے ذریعے سے کام بنانے کے شوقین لوگ اپنے مال اور ایمان کا نقصان تو کرتے ہی ہیں، بعض اوقات اپنی جان اور صحت کا بھی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

✽ جاہل عالموں اور شعبہ باز لوگوں کے ہتھے چڑھ کر لوگ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل یقین رکھیں۔ مستقبل میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے، حاجات پوری کرنے اور شر سے محفوظ رہنے کے لیے استغفار، صدقہ، نماز حاجت اور دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں روشن تعلیمات عطا فرمائی ہیں، ہمیں ان سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) کسی چیز، دن یا مہینے کو برا سمجھنا کہلاتا ہے:

(الف) بدشگونی (ب) جادو (ج) فال (د) علم نجوم

(ii) انسان کو کوئی بھی مصیبت پہنچتی ہے:

(الف) بد اعمالیوں کے سبب سے (ب) جادو کی وجہ سے
(ج) تیز رفتاری کے سبب سے (د) فال کے سبب سے

(iii) عرب زمانہ جاہلیت میں جس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے:

(الف) صفر (ب) محرم (ج) ذوالحجہ (د) ذوالقعدہ

(iv) حدیث مبارک کے مطابق جس شخص کی چالیس راتوں تک نماز قبول نہیں ہوتی:

- (الف) قسمت کا حال پوچھنے والا (ب) فضول خرچی کرنے والا
(ج) حوصلہ شکنی کرنے والا (د) مزدور کا حق رکھنے والا

(v) وہ کھجور جسے جادو کا علاج قرار دیا گیا ہے:

- (الف) عنبر (ب) عجمہ (ج) مبروم (د) قلمی

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) تو ہم پرستی سے کیا مراد ہے؟
(ii) نبی کریم ﷺ کون سی دعا پڑھ کر حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دم کیا کرتے تھے؟
(iii) پُر امید رہنے اور نیک شگون کی کیا اہمیت ہے؟
(iv) حدیث نبوی ﷺ میں جادو کا کیا علاج بیان کیا گیا ہے؟
(v) حصول خیر اور حاجت روائی کے لیے ہمیں کن اعمال کو اختیار کرنا چاہیے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) جادو، فال اور توہم پرستی کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی سے ہونے والے نقصانات پر مذکرہ کریں۔
- خاندانی اور معاشرتی تعلقات میں ستاروں اور فال کے ذریعے سے قسمت کا حال جاننے اور توہم پرستی سے ہونے والی غلط فہمیوں کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو استخارہ اور نماز حاجت کا مسنون طریقہ بتائیں۔
- حفاظت کے لیے صبح و شام کی دعائیں یاد کرنے کی ترغیب دیں۔

حُسنِ معاملات و معاشرت

(1) سود کی حرمت

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- سود کے معنی اور مفہوم اور اس کی اقسام جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں سود کی حرمت کے احکام جان سکیں۔
- سودی لین دین کے احکام و مسائل سمجھ سکیں۔
- سودی معاملات سے بچ کر دیگر اسلامی کاروباری ذرائع کے استعمال کا موازنہ کر سکیں۔
- سود کے انفرادی، اجتماعی، دینی اور دنیوی نقصانات اور مضرت اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- سود کی حرمت اور قرضِ حسنہ کی ترغیب کو سمجھ کر روزمرہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال سکیں۔
- سودی لین دین سے ممانعت کی حکمت اور احکام و مسائل سمجھ کر اس سے نفرت اور گریز کرنے والے بن سکیں۔

سود کو عربی زبان میں رِبوا کہتے ہیں۔ سود کا معنی ہے: ”قرض دے کر اس پر مشروط اضافہ یا نفع لینا۔“ جیسے ایک ہزار روپے کسی کو قرض دینا، اور دیتے وقت یہ شرط لگانا کہ ایک ہزار کے بجائے پندرہ سو روپے دینے ہوں گے یہ اضافی پانچ سو روپے کا شمار سود میں ہوگا۔ قرض دے کر مقرض سے روپے پیسے کے علاوہ دیگر کوئی فائدہ لینا بھی سود ہے۔ جیسے کسی کو قرض دیا اور اس سے اس کا مکان لے لیا اور اس مکان میں رہائش اختیار کر لی لیکن اس کا کرایہ ادا نہ کیا یا کرایہ دیا لیکن کم دیا، یہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔ کسی سے غلہ وغیرہ ادھار پر لیا، لیکن جب واپس کیا تو جتنا لیا تھا اس سے زیادہ واپس کیا، یہ بھی سود ہے۔ جیسے کسی سے پانچ کلو گندم لی، لیکن جب واپس کی تو پیچھے یا سات کلو واپس کی، یہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔

سود اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے، کیوں کہ یہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے مفت خوری، لالچ، خود غرضی، سنگ دلی اور مفاد پرستی جیسی اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ سود معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں سود سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (سورۃ آل عمران: 130)

اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور جائز، جب کہ سود کو حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اللہ نے تجارت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (سورۃ البقرہ: 275)

قرآن مجید میں سود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ سود کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ مال میں نقصان، بے برکتی، اور ناگہانی آفات کا باعث ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ سود کا نہ صرف دنیا میں نقصان ہے بلکہ آخرت میں بھی سود کھانے والا ذلیل و رسوا ہوگا۔

یہودیت و مسیحیت سمیت ہر مذہب میں سود ہمیشہ سے ناجائز رہا ہے حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی اس کو حرام سمجھتے تھے۔ سودی معیشت کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے سود کے کم ترین گناہ کو محارم سے بدکاری کے مترادف قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اس پر گواہ بننے اور اس کو لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ روزہ مرہ استعمال کی اشیاء میں آسان لین دین کو فروغ دینے کے لیے نبی کریم ﷺ نے چھ چیزوں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک وغیرہ کے سودے میں اُدھار اور اضافے کو ممنوع قرار دیا۔ اس کو بالفصل کہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شب مجھے (معراج میں) سیر کرائی گئی، میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے) تھے، ان میں بہت سے سنانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے، میں نے کہا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: 2273)

سود کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پورا معاشرہ ترقی نہیں کرتا، بلکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے لگتی ہے، مال دار کے مال میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن غریب کی غربت اور پس ماندگی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

سود کا رواج عام ہونے سے لوگ محنت کرنا چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنا روپیہ پیسہ سودی لین دین میں لگا دیتے ہیں، جس کی وجہ سے صنعتوں اور کارخانوں میں سرمایہ کاری کم ہو جاتی ہے، اس طرح نہ صرف بے روزگاری بڑھتی ہے بلکہ ملکی ترقی کا پہیہ بھی جام ہو جاتا ہے۔ جب مقرض شخص پر سود کی وجہ سے قرض کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے تو وہ سود اتارنے کے لیے یا تو جرائم کا ارتکاب کرتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے۔ سودی معاملات کی وجہ سے آئے روز لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا بازار بھی گرم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے لیکن ہمیں تجارت، ملازمت، زراعت، صنعت اور دوسرے حلال ذرائع سے نفع کمانے کی اجازت بھی دی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا مال کسی حلال کاروبار میں لگا کر نفع کمانا چاہے تو اسے بھی منع نہیں کیا گیا۔ حلال چیزوں کی خرید و فروخت کی اجازت ہے اور ان میں قانون کے مطابق نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار کی اجازت ہے۔ تجارت کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، سچے اور امانت دار تاجر کو قیامت کے دن اعلیٰ درجات کی بشارت سنائی گئی ہے۔

کسی انسان کو اس کی ضرورت اور مجبوری کی حالت میں قرض دینا بہت فضیلت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بغیر نفع کے جو قرض دیا جاتا ہے اسے قرضِ حسنہ کہتے ہیں۔ صدقے کی طرح قرضِ حسنہ بھی ایک نیکی ہے۔

صدقے میں دیے ہوئے پیسے واپس نہیں لیے جاتے، جب کہ قرضِ حسنہ میں وہ پیسے واپس لیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قرضِ حسنہ کی فضیلت بیان کی ہے۔

نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ دینے والے کو دس گنا اور قرض دینے والے کو قرض کا اٹھارہ گنا اجر ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 2431)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ وہ کسی کو قرض دیتے، جب وہ واپس کرنے آتا تو اسے قرض معاف فرما دیتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلے میں قرض کا ثواب حاصل کرتا ہوں اور پھر صدقے کا ثواب بھی پالیتا ہوں۔
ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی میں ہمیشہ حلال مال کمائیں، ہمارے پیٹ میں اترنے والا لقمہ بھی حلال کا ہونا چاہیے اور ہمارے جسم پر لباس بھی صرف اور صرف حلال مال کا ہونا چاہیے۔ مال حلال میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی رکھی ہے اور سکون بھی۔ حرام طریقے سے کمایا گیا مال نہ صرف دنیا میں بے سکونی، پریشانی اور بے برکتی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کا سخت حساب ہوگا۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) سود کو عربی میں کہتے ہیں:

(الف) کذب (ب) بہتان (ج) ربوا (د) فحش

(ii) اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے اور مٹاتا ہے:

(الف) سود کو (ب) تجارت کو (ج) نفع کو (د) سونے چاندی کو

(iii) سود کا رواج عام ہونے سے لوگ چھوڑ دیتے ہیں:

(الف) سیاست (ب) محنت (ج) دوستی (د) سفر

(iv) کسی انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بغیر نفع کے جو قرض دیا جاتا ہے اسے کہتے ہیں:

(الف) فطرانہ (ب) صدقہ (ج) زکوٰۃ (د) قرض حسنہ

(v) حدیث مبارک کے مطابق قرض حسنہ دینے والے کو اجر ملتا ہے:

(الف) نو گنا (ب) دس گنا (ج) گیارہ گنا (د) اٹھارہ گنا

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) سود کا معنی و مفہوم بیان کریں۔

(ii) سود کی حرمت پر ایک قرآنی آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

(iii) سود کی حرمت پر ایک حدیث مبارک کا ترجمہ لکھیں۔

(iv) قرض حسنہ کی ایک فضیلت تحریر کریں۔

(v) سود کے معاشرے پر دو نقصانات تحریر کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سود کی حرمت پر مضمون تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

سود کی حرمت پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ تلاش کر کے لکھیں۔

برائے اساتذہ کرام

طلبہ کو سود کی حرمت سے آگاہ کریں۔

موجودہ دور میں سود کی مختلف قسموں کی فہرست طلبہ سے بنوائیں۔

سود کے بارے میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ تلاش کرنے میں طلبہ کی راہ نمائی کریں۔

Web Version of PCTB Textbook

(2) اسلامی ریاست

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- اسلامی ریاست کے معنی اور مفہوم جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد جان سکیں۔
- یہ سمجھ سکیں کہ اسلامی ریاست اصل میں فلاحی ریاست ہوتی ہے۔
- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کو سمجھ سکیں۔
- اسلامی ریاست میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے سکیں۔
- اسلامی ریاست کے اصولوں کو سمجھتے ہوئے ایک مثالی شہری بن سکیں۔
- ریاست کے قوانین کو جانتے ہوئے اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلامی ریاست کی خصوصیات کو جانتے ہوئے مملکتِ خداداد پاکستان کو ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

علمِ سیاسیات کی رو سے ریاست کے بنیادی اجزاء میں علاقہ، آبادی، قانون اور قوت نافذہ شامل ہیں۔ ریاست کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مناسب حدود ہوں جو عمومی زبان میں علاقہ کہلاتا ہے۔ اس علاقے پر انسان آباد ہوتے ہیں ان انسانوں کے لیے کسی قانون کا ہونا بھی ضروری ہے اور اس قانون پر عمل درآمد کے لیے ایک قوت کا ہونا ضروری ہے۔ اس قوت کو حکومت یا قوت نافذہ کہا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ مسلم ریاست کے تمام اداروں اور اقدامات میں حاکمیتِ الہیہ کو جاری و ساری ہونا چاہیے۔

مسلم علمائے معاشرے کے تین بنیادی ادارے بیان کیے ہیں جن کو خاندان، مسجد اور مکتب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تین ادارے انسان کی بنیادی تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہی تربیت یافتہ افراد حکومتی اداروں میں اپنی خدمات پیش کر کے ریاست کو مضبوط بناتے ہیں۔ ریاست کے بنیادی ادارے مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ کہلاتے ہیں۔ مقننہ کے افراد قانون بناتے ہیں۔ صوبائی اور قومی اسمبلیاں اور ایوان بالا یعنی سینٹ قانون ساز ادارے کہلاتے ہیں۔ عدلیہ اس قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہے اور انتظامیہ ان فیصلوں پر عمل درآمد کرتی ہے۔ میڈیا مثبت اور منفی کرداروں کو عوام الناس کے سامنے اجاگر کرتا ہے۔

اسلامی ریاست حقیقت میں ایک فلاحی ریاست ہے۔ فلاحی ریاست کا مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جو ہر میدان میں عدل کے ذریعے سے خیر خواہی اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے والی ہو، جو نبوی تعلیمات کی روشنی میں امن عامہ کے قیام اور دفاعی انتظامات کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں اخوت، محبت اور امانت داری کے نظام کو قائم کرنے والی ہو۔

دین اسلام میں مذہب اور سیاست کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام کا بنیادی مقصد ایک ایسی امت کی تشکیل ہے جو عدل و انصاف کی علم بردار ہو اور یہ ہر طبقہ حیات میں احکامات الہیہ کی سر بلندی کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ مسلم حکمران کے بنیادی فرائض کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں، یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ (سورۃ الحج: 41)

مسلم حکام کے دیگر فرائض میں عدل و انصاف کا قیام، غربت کا خاتمہ، فلاح عامہ، اسلامی تعلیمات کا فروغ، اسلام کے عدالتی احکام کا نفاذ، حدود و قصاص، مسلمانوں کا دفاع، ملت اسلامیہ کی حمایت و نصرت اور معاشرے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قیام قابل ذکر ہیں۔ اسلامی فلاحی ریاست میں ہر پہلو سے قرآن و سنت کی تعلیمات کی کار فرمائی ہوتی ہے۔ قرآن و سنت کے علاوہ کوئی ایسا قانون بھی نہیں بن سکتا جو اسلام کی روح کے منافی ہو کیوں کہ ریاست کا مقصد افراد اور معاشرے کے حقوق و مقاصد کا تحفظ کرنا ہے تاکہ انھیں ترقی کے یکساں مواقع فراہم ہو سکیں۔ اسلامی ریاست میں بحیثیت انسان، مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلامی ریاست نے غیر مسلموں کو جان، مال اور عزت کے تحفظ کے علاوہ بے شمار حقوق دیے ہیں۔ اسلامی حکومت غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کرتی ہے۔

اسلامی حکومت میں افواج اور ان کے سپہ سالاروں کو ہدایت تھی کہ خرد دار! زمین میں فساد نہ مچانا، شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا، کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انھیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا، پھل و درخت نہ کاٹنا، عبادت گاہیں نہ گرانا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، تمھیں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جنھوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو مجبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انھیں ان کے حال پہ چھوڑ دینا۔ (موطا امام مالک: 966)

اسلامی ریاست کا بہترین ماڈل ریاستِ مدینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ کا قاعدہ پرچم تیار کروایا۔ مسجد نبوی کو حکومت کے مرکزی سیکرٹریٹ کا درجہ دیا اور باجماعت نماز کے اہتمام سے مسلمانوں کو نظم و ضبط کا درس دیا۔ مسجد نبوی ہی مجلس شوریٰ، عدالتِ عالیہ اور عسکری تیار یوں کا مرکز تھی۔ معاشی ادارے کے طور پر مداخلتِ مدینہ کی شکل میں امداد با بھی کی فضا پروان چڑھائی گئی، ریاست کے رستے وسیع رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ (سنن بیہقی: 11642)

عدالتی نظام میں جید صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ صوبائی سطح پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی کے اختیارات حاصل تھے۔ تعلیمی نظام میں صفہ اور دارِ ارقم جیسے اقامتی ادارے قائم تھے۔ بلدیاتی نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں امّ مہجّن نامی عورت کو صفائی کے لیے مقرر فرمایا۔

رات کو گلی محلے میں روشنی کی خاطر چراغاں کرنے کے لیے تیممداری کے غلام کو متعین کیا گیا اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی مردم شماری کرائی گئی۔

اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام افراد کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ریاست کی تعمیر و ترقی میں اپنی تمام صلاحیتوں کو دیانت داری سے بروئے کار لائیں۔ اپنے ذاتی مفادات پر اجتماعی اور ریاستی مفاد کو ترجیح دیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ ریاستی ادارے اپنے بنیادی فرائض ادا کرتے ہوئے تعلیم و تعلم کا بہترین نظام قائم کریں تاکہ معاشرے میں بہترین مسلمانوں کے ساتھ ساتھ علم و فن میں مہارت رکھنے والے شہریوں کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا جاسکے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اسلامی معاشرے کے بنیادی ادارے ہیں:

- (الف) خاندان، عدلیہ اور مقننہ (ب) خاندان، مسجد اور مکتب
(ج) خاندان، مقننہ اور انتظامیہ (د) مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ

(ii) نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حکم دیا:

- (الف) جان و مال اور عزت کی حفاظت کا (ب) سخاوت و ایثار کرنے کا
(ج) فضول خرچی کے خاتمے کا (د) وعدے کی پابندی کا

(iii) ریاست کے بنیادی ادارے ہیں:

- (الف) خاندان، عدلیہ اور مقننہ (ب) خاندان، مسجد اور مکتب
(ج) خاندان، مقننہ اور انتظامیہ (د) مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ

(iv) پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی:

- (الف) مکہ مکرمہ میں (ب) مدینہ منورہ میں
(ج) طائف میں (د) دمشق میں

(v) اسلامی ریاست میں سیکرٹریٹ کا درجہ حاصل تھا:

- (الف) دارالایوب کو (ب) مسجد نبوی ﷺ کو
(ج) دارالرقم کو (د) درس گاہ صفہ کو

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

(ii) اسلامی فلاحی ریاست سے کیا مراد ہے؟

(iii) اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے کوئی سے دو حقوق بیان کریں۔

(iv) اسلامی ریاست میں سپہ سالاروں کو جاری کردہ کوئی سے تین احکام لکھیں۔

(v) مملکت خداداد پاکستان کو ہم کیسے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا سکتے ہیں؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

اسلامی ریاست کے اہم اداروں کے نام اور ان کی ذمہ داریوں کی فہرست تیار کریں۔

اسلامی ریاست میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے کر تبصرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

اسلامی ریاست کے اہم اداروں کے نام اور ان کی ذمہ داریوں کی فہرست تیار کرنے میں طلبہ کی راہ نمائی کریں۔

Web Version of PCTB Textbook

(3) جہاد فی سبیل اللہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- جہاد فی سبیل اللہ کے معنی اور مفہوم جان سکیں۔
- ”پیغام پاکستان“ کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ اور فساد فی الارض (دہشت گردی) میں فرق کر سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت اور اہمیت جان سکیں۔
- جہاد فی سبیل اللہ کی اقسام، شرائط اور اس کے دائرہ کار کو سمجھ سکیں۔
- اس بات کو سمجھ سکیں کہ عملی جہاد صرف حاکم وقت کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔
- جہاد فی سبیل اللہ میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے سکیں۔
- اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت جان کر اعلامیہ کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد کرنے والے بن سکیں۔

جہاد کے معنی ہیں ”کوشش کرنا“۔ شریعت میں جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لیے جان و مال کو وقف کر دینا ہے۔ معاشرے سے ظلم و بربریت کے خاتمے اور امن و امان کے قیام کے لیے جو کوشش کی جاتی ہے اس کو بھی جہاد کہا جاتا ہے۔ خاص طور پر جب اسلام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں، لوگوں کو اسلام پر عمل کرنے کا حق نہ دیا جائے اور انھیں اپنے رب کی بندگی سے روکا جائے تو جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ گویا جہاد کا مقصد معاشرے میں امن و سلامتی کا قیام اور مظلوموں کی مدد ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاد کا مقصد زمین سے فساد، دہشت گردی اور بد امنی کا خاتمہ ہے۔

نبی کریم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں تھے، مسلح جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور کفار کی سازشوں اور ظلم و ستم کا سلسلہ بدستور جاری رہا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار سے جہاد کو فرض قرار دے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهًا لَّكُمْ (سورة البقرة: 216)

ترجمہ: تم پر (اللہ کی راہ میں) قتال فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں (طبعاً) ناپسند ہے

جہاد ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں مسلمان اپنا مال، وقت، صلاحیت اور بالآخر اپنی جان اپنے دین کی حفاظت اور سر بلندی کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے وہ اللہ کے نزدیک درجے میں زیادہ عظیم ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورة الثوبة: 20)

مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دے کر اپنے مقصد زندگی کی تکمیل کرتا ہے۔ کیوں کہ اس کی جان کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے خرید لی ہیں اُن کی جانیں اور اُن کے مال اِس کے بدلہ کہ اُن کے لیے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل (شہید) کیے جاتے ہیں (سورۃ التوبہ: 111)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نہ جہاد کیا اور نہ اس کے بارے میں کوئی ارادہ کیا تو وہ نفاق کے شعبوں میں سے ایک پر مرتا ہے۔ (صحیح مسلم: 1910)

ملتِ اسلامیہ کے کسی حصے پر دنیا بھر میں کہیں ظلم ہو رہا ہو تو ان کی مدد کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا اور ان سے ہر ممکن تعاون کرنا ہمارا مذہبی و ایمانی فریضہ ہے۔

جہاد کی مختلف اقسام میں اپنی جان، مال اور قلم وغیرہ سے جہاد کرنا شامل ہے۔ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بہترین جہاد ہے۔ جہاد کی درج ذیل اقسام ہیں:

- ✽ جہاد بالنفس
- ✽ جہاد بالمال
- ✽ جہاد بالقلم
- ✽ جہاد باللسان
- ✽ جہاد بالسیف

نبی کریم ﷺ جب مجاہدین کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو انہیں نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ لڑائی سے پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ان سے لڑائی نہ کی جائے۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کی جائے، لیکن جنگ میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مکانوں کو نہ گرایا جائے۔ درختوں اور کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے۔ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ کسی ذی روح کو آگ میں نہ ڈالا جائے۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ لوٹ مار سے گریز کیا جائے۔

2018ء میں دہشت گردی کے خلاف علمائے کرام نے ”پیغام پاکستان“ کے نام سے کتابی شکل میں ایک متفقہ فتویٰ جاری کیا جس پر 1800 سے زائد علمائے کرام کے دستخط ہیں۔ اس فتویٰ کو کتابی شکل میں ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے شائع کیا۔ اس فتویٰ کا اجرا اسلام آباد میں منعقدہ ایک کانفرنس میں ہوا۔ اس فتویٰ میں دہشت گردی، خون ریزی، خودکش حملوں اور ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کو، خواہ وہ کسی نام یا مقصد سے ہو، حرام قرار دیا گیا ہے اور ان چیزوں سے کیسے نمٹا جائے، اس حوالے سے علماء کرام کی تجاویز بھی شامل ہیں۔ اس فتویٰ کی اہمیت کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کو تمام مسالک کے علماء و مفتیان کرام کی ایک بڑی تعداد نے متفقہ طور پر منظور کیا ہے اور پھر ریاست نے اسے قومی بیانیت قرار دے دیا ہے۔

علماء کرام کے موجودہ قومی بیانیت کی حیثیت اختیار کر جانے والے اس فتویٰ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جہاد صرف ریاست کا حق ہے،

ریاست کے اندر ریاست بنانے کی کسی کو اجازت نہیں اور ریاست کی اجازت کے بغیر کوئی جہاد نہیں کر سکتا۔ اس بات پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے اور اس فتویٰ کے بعد اس قسم کے تمام فتاویٰ جن سے دہشت گردوں کی پشت پناہی یا نظریات کو تقویت ملتی ہو، ان سب کو ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ ایسے افراد یا جماعتیں جو اس کام میں ملوث رہی ہیں، ان کو قومی دھارے میں لانے کی ضرورت ہے۔

فساد فی الارض یعنی دہشت گردی بہت بڑا گناہ اور جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین پر فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جو لوگ معصوم لوگوں کی جان لیتے ہیں، اپنا نظریہ زبردستی اور دھونس کے ذریعے سے نافذ کرنا چاہتے ہیں یا خود کو آئین و قانون سے بالا سمجھتے ہیں، وہ لوگ فساد اور دہشت گرد ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی تعلیمات سے آشنا نہیں ہوتے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ زمین پر فساد پھیلانے والوں سے خود کو دور رکھے۔

مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ جہاد کے حقیقی تصور کو سمجھے اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے راہ میں قربان کرنے کا عزم رکھے۔ ضرورت پڑنے پر ملت اسلامیہ اور دین اسلام کی خاطر اس عزم کو پورا کرے۔ مسلمان ریاست کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں اپنی قوت تیار رکھے اور اہل اسلام کی جان، مال، عزت اور آبرو کے تحفظ کی ہر ممکن کوشش کرے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) جہاد کا مقصد ہے:

(الف) زمین کا حصول (ب) امن کا قیام (ج) شہرت (د) بدلہ

(ii) جہاد فرض ہوا:

(الف) مکہ مکرمہ میں (ب) مدینہ منورہ میں (ج) طائف میں (د) حبشہ میں

(iii) 2018ء میں دہشت گردی کے خلاف جاری ہونے والے فتویٰ کو کہا جاتا ہے:

(الف) دستور پاکستان (ب) آئین پاکستان

(ج) تعزیرات پاکستان (د) پیغام پاکستان

(iv) جہاد بالسیف کا مقصد زمین سے ختم کرنا ہے:

(الف) غیر مسلموں کو (ب) بے حیائی اور فحاشی کو

(ج) فساد فی الارض کو (د) غربت و افلاس کو

(v) سب سے بہترین جہاد ہے:

- (الف) جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا
(ب) تلوار سے جہاد کرنا
(ج) مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا
(د) نیکی کا حکم دینا

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) جہاد کے لفظی معنی کیا ہیں؟
(ii) جہاد کا مقصد کیا ہے؟
(iii) جہاد کی فضیلت پر ایک آیت قرآنی کا ترجمہ لکھیں۔
(iv) جہاد کی فضیلت پر ایک حدیث مبارک کا ترجمہ لکھیں۔
(v) پیغام پاکستان سے کیا مراد ہے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) اسلام کے تصور جہاد پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ✽ اسلامی تاریخ میں کوئی سے دس بڑے غزوات کی فہرست تیار کریں جس میں ان غزوات کے نام، مقام، سپہ سالار، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد، کفار کی تعداد، پس منظر، اسباب اور نتائج کا ذکر ہو۔
✽ غزوات نبوی پر تقاریر تیار کریں اور انھیں اسمبلی یا کلاس میں پیش کریں۔ جن شہداء کو نشانِ حیدر عطا کیا گیا ہو ان کے نام اور کارنامے اپنی ڈائری میں تحریر کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- ✽ انٹرنیٹ سے پیغام پاکستان ڈاؤن لوڈ کریں اور اس کے اہم نکات کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کریں۔
✽ پیغام پاکستان کے ضمن میں دیے گئے متفقہ فتویٰ کے نمایاں نکات کمر اجتماعت میں سنائے جائیں۔

ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی جان سکیں۔
 - حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و کردار سے آگاہ ہو سکیں۔
 - حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی صفات، علم، تفقہ، عبادت و ریاضت اور دینی و معاشرتی خدمات کے روشن پہلوؤں سے آگاہ ہو کر سبق یکھ سکیں۔
 - حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر کے ان کو اپنی عملی زندگی میں لائیں۔
 - حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے سبق حاصل کر کے اپنی عملی زندگی کا حصہ بنا سکیں۔

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نمایاں شخصیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 76 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں میں حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بلند قامت، حسین و جمیل اور باوقار شخصیت کے حامل انسان تھے۔ صرف تیرہ سال کی عمر میں قرآنی علوم میں مہارت حاصل کی اور ”حلیف القرآن“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے حجاز، شام اور عراق کا سفر کیا۔

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی سیدہ ریطہ رحمۃ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیشتر علوم اپنے والد حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے اور اپنے بھائی حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 18 برس تھی، والد کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں آ گئے۔

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے جید اور اکابر علماء میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے، مختلف اسلامی علوم و فنون کے ماہر تھے، قراءت، علوم قرآنیہ، عقائد، اور علم الکلام پر انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔

علم اصول حدیث کے ماہرین نے آپ کو حدیث روایت کرنے میں تابعین میں سے شمار کیا ہے۔ کیوں کہ آپ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ان میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہیں، جن کا وصال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے آخر میں ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مرتبے کے بارے میں فرمایا:

اللہ کی قسم! حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے، اللہ کے دین کی سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اللہ کی قسم دنیا اور آخرت میں اب ہم میں ان کے مثل کوئی بھی موجود نہیں اللہ میرے چچا پر رحم فرمائے وہ سردار تھے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دو سال حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا اور ان کو فقیہ، عالم، حاضر جواب اور مسائل میں خوب وضاحت کرنے والا پایا۔ آپ کے علم اور تفقہ کا یہ عالم تھا کہ محدثین میں امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حکومت اسلامیہ کے قیام اور بقا کی جو کوششیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً آپ کے دادا جان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ کربلا 61 ہجری میں کی تھیں، اس کے تسلسل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں ان تھک کوششیں کیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ساتھ دیا۔ اہل بیت نبوت کے اس عظیم چشم و چراغ سے عوام الناس کی محبت کا یہ عالم تھا کہ چالیس ہزار لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

”فقہ زیدی“ آپ کی نسبت ہی سے مشہور ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد یمن میں باقاعدہ طور پر آپ سے منسوب زیدی حکومت بھی قائم ہوئی۔ آپ کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد یمن میں پائی جاتی ہے۔

حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ظلم و جور کی حامل قوتوں کا خوب مقابلہ کیا اور اپنے دادا جان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح زندہ و جاوید ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو کتاب و سنت کی پیروی اور جابر حکمرانوں سے جہاد اور محروم افراد کی حمایت کی دعوت دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے جید عالم تھے اور آپ کی علمی آرا میں قرآن مجید کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ مختلف موضوعات پر آپ نے متعدد اہم کتب تصنیف فرمائیں۔

حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ میں اتحاد امت کا جذبہ گھٹا نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے ”واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ رات کے تارے میرے ہاتھ لگیں اور وہاں سے گر کر میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اللہ اس کے عوض میں امت محمدیہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں اتحاد پیدا فرمادے۔

خلافت اسلامیہ کے قیام کی اسی جدوجہد میں آپ نے بیالیس (42) برس کی عمر میں 122 ہجری کو جام شہادت نوش کیا۔ حجاز اور شام کو ملانے والی مشہور شاہراہ موتہ کے شمال میں بانئیس (22) کلومیٹر کے فاصلے پر ”ربہ“ کے مقام پر آپ کا مزار ہے۔

دورِ حاضر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و کردار، آپ کی صفات، علم، تفقہ فی الدین اور عبادت و ریاضت کو اپنائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و معاشرتی زندگی کے مختلف گوشوں سے راہ نمائی حاصل کرتے ہوئے اس کو عملی زندگی کے ہر شعبے میں اپنائیں تاکہ اپنی اخلاقی اور عملی کمزوریاں دور کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رضا حاصل کر کے کامیاب انسان بن سکیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے:
- (الف) حلیف القرآن (ب) زین العابدین (ج) امین الامت (د) ترجمان القرآن
- (ii) والد ماجد کی وفات کے وقت حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تھی:
- (الف) آٹھ سال (ب) اٹھارہ سال (ج) اٹھائیس سال (د) اڑتیس سال
- (iii) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب فقہ ہے:
- (الف) فقہ اثنا عشریہ (ب) فقہ جعفریہ (ج) فقہ حنفیہ (د) فقہ زیدیہ
- (iv) وصال کے وقت حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تھی:
- (الف) بیالیس برس (ب) چوالیس برس (ج) چھیالیس برس (د) اڑتالیس برس
- (v) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی:
- (الف) تیس ہزار افراد نے (ب) چالیس ہزار افراد نے (ج) پچاس ہزار افراد نے (د) ساٹھ ہزار افراد نے
- ☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
- (ii) اتحاد امت کے حوالے سے حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرمایا کرتے تھے؟
- (iii) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حکومت کہاں قائم ہوئی؟
- (iv) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے محدثین میں سے دو کے نام لکھیں۔
- (v) حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ☆ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنوائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش و لقب، عمر، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔
- ☆ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور جہادی خدمات پر مذاکرہ کروائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- ☆ حضرت امام زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے مختلف گوشوں سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(1) حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- تربیتِ نبوی (ﷺ) کے نتیجے میں اُن کے امتیازی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارت کاری کی صفت سے آگاہ ہو سکیں۔
- حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی و جہادی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔
- حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں سے سبق حاصل کر سکیں۔
- حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد سے آگاہ ہو کر دین کی خدمت کرنے والے بن سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عمر و اور والد کا نام عاص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو سہم سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اپنے قبیلہ کے سردار اور بڑے تاجر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے 47 برس پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ ہی میں پرورش پائی، اپنے والد کے ساتھ تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور مختلف تجارتی سفر کیے۔ اسی دوران مختلف ملکوں کے لوگوں سے ملتے جلتے رہے، جس کی وجہ سے آپ کے تجربے اور عقل و دانش میں بہت اضافہ ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروبار کے لیے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن ہی سے سپہ گری اور شہ سواری کا فن سیکھا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: سپہ گری اور شہ سواری میرے آبا و اجداد کا فن ہے اور میں اسے انسان کا سب سے بڑا جوہر سمجھتا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بارگاہ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان تینوں کے اسلام لانے پر رسول کریم (ﷺ) بہت خوش ہوئے اور فرمایا: مکہ والوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔

رسول کریم (ﷺ) نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے بہت سی جنگوں میں انھیں مختلف ذمہ داریاں سونپیں۔ معرکہ ذات السلاسل میں دو سو مجاہدین پر امیر بنا کر بھیجے گئے اور شاندار کامیابی حاصل کی۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارت کاری کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ قبولِ اسلام سے پہلے اور اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سفارتی مہموں میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ نبی کریم (ﷺ) نے ان کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں عمان میں سفیر بنا کر بھیجا۔ رسول کریم (ﷺ) نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمان روانہ کیا، وہاں پہنچ کر انھوں نے

وہاں کے حاکم سے ملاقات کی، انھیں اسلام کی دعوت دی، حضور ﷺ کا دعوتی گرامی نامہ پہنچایا، جس سے متاثر ہو کر انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھی وہ خلافت اسلامیہ کے نمائندے کی حیثیت سے رومی اور ایرانی وفود سے ملنے والے سفارت کاروں میں شامل رہے۔ تمام ادوار میں ان کی سفارت کاری بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کی خبر انھیں عمان ہی میں ملی اور وہ اسے سن کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ یہاں آئے ہوئے ابھی انھیں کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فوج کی کمان دے کر فلسطین بھیج دیا۔ اس کارروائی میں انھوں نے نمایاں کردار ادا کیا، اسی طرح دریائے اردن کے مغربی علاقے کی فتح میں ان کا نمایاں کردار تھا۔ آپ جنگ اجنادین، یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے، مگر ان کا اصل کارنامہ فتح مصر ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لائے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ انھیں مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اجازت دے دی، یمن کے چار ہزار مجاہدوں کو جن کا تعلق ایک ہی قبیلے سے تھا، ان کی کمان میں دے دیا اور انھوں نے اسی وقت مجاہدین کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے مصر کی سرحد میں داخل ہو کر سب سے پہلے عریش اور اس کے بعد فسطاط اور بلیس وغیرہ کے شہر فتح کیے، پھر مصر کے رومی سپہ سالار تھیوڈورس سے سخت مقابلہ ہوا جس میں بہت سے رومی مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ 20 ہجری میں بابل شہر فتح کیا اور 21 ہجری میں خون ریز جنگ کے بعد اسکندریہ ان کے زیر اقتدار آ گیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل و انصاف کا محکمہ قائم کیا، ٹیکس کے قواعد و ضوابط مقرر کیے اور فسطاط شہر کی بنیاد رکھی، جس کا نام چوتھی صدی ہجری میں قاہرہ پڑ گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو سال کے مختصر عرصے میں مصر جیسا بڑا ملک فتح کر کے اپنی شجاعت و دلیری اور جنگی قیادت کا لوہا منوایا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مصریوں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش گفتار، قادر الکلام خطیب، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔ ادب اور شاعری سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص رغبت تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور اقوال میں سے ایک قول ہے کہ ہزار لائق آدمیوں کی موت سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا ایک نالائق آدمی کے صاحب اختیار ہو جانے سے پہنچ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ عسکری مہمات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد فرماتے، ان کی قدر کیا کرتے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی دعا کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

”عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں۔“ (جامع ترمذی: 3845)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتالیس (39) احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 43 ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کا نام تھا:
- (الف) بنو عدی (ب) بنو ہبہم (ج) بنو تیمم (د) بنو ثقیف
- (ii) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن کے ہمراہ اسلام قبول کیا؟
- (الف) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (ج) حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (iii) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاصہ تھا:
- (الف) سفارت کاری (ب) فقہ (ج) خانہ کعبہ کی تولیت (د) تجارت
- (iv) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنیاد رکھی:
- (الف) فسطاط کی (ب) بصرہ کی (ج) کوفہ کی (د) دمشق کی
- (v) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد ہے:
- (الف) انتالیس (ب) تینتالیس (ج) سینتالیس (د) اکاون

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب اسلام قبول کیا؟
- (ii) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباؤ اجداد کون کیا تھا؟
- (iii) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے وقت نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟
- (iv) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی سے دو نمایاں اوصاف بیان کریں۔
- (v) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سے دو شہر فتح کیے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر تفصیلی مضمون لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش و القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔
- ☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اور سیرت و کردار پر ذہنی آزمائش کا مقابلہ کروایا جائے۔

برائے اساتذہ کرام

- ☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مفتوحہ علاقوں کا چارٹ بنا کر کمر اجاعت میں آویزاں کریں۔

(2) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- تربیت نبوی (ﷺ) کے نتیجے میں اُن کے امتیازی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمیت، اخلاق و صفات اور جہاد فی سبیل اللہ سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمیشہ گان کی کفالت کے واقعے کو جان سکیں۔
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی و علمی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم، تفقُّہ اور اخلاق سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو اُن کے مطابق ڈھال سکیں۔
- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات کو جان کر عملی زندگی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جابر اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام نسیبہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عبد اللہ تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ غزوہ احد سے پہلے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر چند نصیحتیں فرمائیں۔ بیٹا! میری خواہش ہے کہ میں احد کا پہلا شہید بنوں، اگر ایسا ہوا تو میرے اوپر جو قرض ہے وہ ادا کرنا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش کو قبول کیا اور آپ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے صرف اس وجہ سے نکاح کیا تاکہ ان کی بہنوں کی تربیت کے ساتھ گھر کا نظام بھی بہتر انداز میں چل سکے۔

جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی شہادت ہوئی تو وہ مقروض تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے باغ کی کھجوریں پک گئیں تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے باغ میں تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے قرض خواہوں میں ان کا قرض تقسیم فرمادیں اور قرض خواہ میرے قرض سے کچھ معاف فرمادیں تاکہ ہماری طرف سے قرض ادا ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے، کھجوروں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور اس کے ارد گرد تین چکر لگائے پھر کھجوریں تقسیم کرنے کا حکم دیا، قرض ادا ہو گیا لیکن کھجوروں کے ڈھیر میں کچھ کمی نہ آئی اور وہ جوں کا توں رہا۔ (صحیح بخاری: 3580)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ بدر اور احد میں شرکت کرنے کا عزم کیا۔ لیکن کم عمری کی وجہ سے ان کے والد نے انھیں جہاد میں حصہ لینے سے منع کر دیا۔ باقی غزوات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ شرکت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

انیس (19) غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث کا اس قدر شوق تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت طے کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک حدیث روایت کرنے کے لیے تھی اور وہ شام میں رہتے تھے۔ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچے اور وہ حدیث سنی، اس سے آپ کے ذوق علم کا پتا چلتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۵۴۰ احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ایک مجموعہ صحیفہ جابر بن عبداللہ کے نام سے آپ کی طرف منسوب ہے۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں درس حدیث کا آغاز کیا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور مصر تک لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ درس خاص شہرت رکھتا تھا۔ دور دراز کے شہروں سے لوگ علم حدیث کے حصول کے لیے آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے کے لیے ایک میل کا سفر طے کر کے آتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت سادہ زندگی گزاری۔ ایک بار چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر پر ملنے آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سرکہ پیش کیا اور فرمایا: بسم اللہ سے نوش فرمائیں، سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اگر کسی کے پاس احباب آئیں تو جو کچھ میسر ہو وہ پیش کر دے اس میں کوتاہی یا کنجوسی نہ کرے۔ اسی طرح مہمان کا فرض ہے کہ وہ اسے بخوشی قبول کرے، اسے حقیر نہ سمجھے کیوں کہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت استقامت والے، جوش ایمانی، جرأت اظہار حق، امر بالمعروف، اتباع سنت اور اعلیٰ اخلاق کی خوبیوں پر فائز تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوات نبوی میں بڑی دلیری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 74 ہجری میں ہوئی۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ہے:

(الف) عبداللہ (ب) عبدالرحمن (ج) عبدالکریم (د) عبدالجبار

(ii) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو دفن کیا گیا:

(الف) جنت البقیع میں (ب) جنت المعلیٰ میں (ج) میدان احد میں (د) میدان بدر میں

(iii) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن غزوات میں شرکت فرمائی ان کی تعداد ہے:

(الف) 15 (ب) 17 (ج) 19 (د) 21

(iv) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن وفات ہے:

(الف) 64 ہجری (ب) 74 ہجری (ج) 84 ہجری (د) 94 ہجری

(v) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد ہے:

(الف) پانچ سو چالیس (ب) چھ سو چالیس (ج) سات سو چالیس (د) آٹھ سو چالیس

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے انہیں کیا وصیت فرمائی؟
- (ii) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہنوں کی تربیت کے لیے کیا اہتمام کیا؟
- (iii) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلب حدیث کا کس قدر شوق رکھتے تھے؟
- (iv) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں اوصاف تحریر کریں۔
- (v) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجماعت نماز کا کس قدر اہتمام کرتے تھے؟

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ✿ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش و القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔
- ✿ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حدیث کے بارے میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- ✿ طلبہ کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- تربیتِ نبوی (ﷺ) کے نتیجے میں اُن کے امتیازی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی خدمت کے صلہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنے والی دعا کے متعلق جان سکیں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت نبوی ﷺ اور روایت حدیث کے واقعات کا جائزہ لے سکیں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار بالخصوص بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے متعلق جان کر سبق حاصل کر سکیں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی و دینی خدمات کو جان کر عملی زندگی میں انھیں اپنا سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام انس، کنیت ابو حمزہ اور لقب خادمِ رسول ﷺ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت امّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بنو نجار سے تھا جو انصارِ مدینہ کا ایک معزز قبیلہ تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرتِ نبوی (ﷺ) سے دس سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلہ کے اکثر افراد حضور نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے قبل توحید و رسالت کے علم بردار ہو چکے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے بھی بیعتِ عقبہ ثانیہ سے پیشتر دینِ اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت انس کے والد نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا۔ حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر مکہ مکرمہ جا کر بیعت کی تھی۔ اس طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا گھر نورِ ایمان سے روشن تھا۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار فرمائی تو حضرت امّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی خدمت میں قبول فرما لیجئے۔ آپ ﷺ نے منظور فرمایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادمِ رسول ﷺ کے لقب سے شہرت پائی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت احسن انداز سے انجام دیا، آپ کم و بیش دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے اور آپ کو ہمیشہ اس شرف پر ناز رہا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پہلے در اقدس پر حاضر ہو جاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، ظہر کے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و حضر میں ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

محبت سے ”انیس“ کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کی، لیکن اس عرصے میں آپ ﷺ نے کبھی خفا ہوئے اور نہ کبھی کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کثیر اولاد سے نوازا تھا اور یہ نبی کریم ﷺ کی دعا کا اثر تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائیے۔ نبی کریم ﷺ نے دیر تک دعا کی اور آخر میں یہ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائے:

”اَللّٰهُمَّ اَنْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَكَ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا اَعْطَيْتَهُ“ (صحیح مسلم: 2480)

ترجمہ: اے اللہ! انس کے مال میں اضافہ فرما اور اس کی اولاد زیادہ کر اور جو تو نے اس کو عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئیں اور تیسری کا منتظر ہوں۔ مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر مال دار نہ تھا۔ اولاد میں اس قدر برکت تھی کہ آپ کے بیٹوں، بیٹیوں اور پوتے اور پوتیوں کی تعداد 100 سے زیادہ تھی۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اپنے مکان پر رہتے تھے اور اپنے بیٹوں کو خود تعلیم دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تابعین میں خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم کا اثر تھا۔ تعلیم و تعلم کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہر تیر انداز بھی تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹوں کو خود تیر اندازی سکھاتے تھے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت فیاض تھی۔ آپ نہایت ملنسار اور صبر و استقامت والے تھے۔ گفت گو بہت سادہ اور راست گوئی سے فرماتے تھے، ہر فقرہ تین بار دہراتے، کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو تین بار اجازت طلب کرتے اور انتہائی سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں جو قرب حاصل تھا اس کی وجہ سے ہر شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث روایت کرنے میں انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ علم حدیث کی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ حب رسول ﷺ، اتباع سنت، امر بالمعروف اور حق گوئی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں اوصاف تھے۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کا شائہ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کم سن بچہ بستر راحت سے اٹھتا اور نبی کریم ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے لیے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا۔ ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ شمع نبوت پر پروانہ دار فریفتہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے حدیث قلم بند کرنے کی تلقین فرمائی اور انھوں نے آپ ﷺ کے اقوال کو لکھ کر محفوظ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترانوے (۹۳) ہجری میں وفات پائی۔ وفات سے قبل چند ماہ بیمار رہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا اور دور و نزدیک سے لوگ عیادت کو آتے تھے۔ بصرہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری صحابی رسول ہیں۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے:
- (الف) ابو حمزہ (ب) ابو بکر (ج) ابو تراب (د) ابو صالح
- (ii) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں:
- (الف) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ب) حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- (ج) حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (د) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- (iii) نبی کریم ﷺ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت سے جس نام سے مخاطب فرماتے تھے:
- (الف) انیس (ب) عمیر (ج) اویس (د) فضیل
- (iv) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمال حاصل تھا:
- (الف) علم حدیث میں (ب) علم انساب میں (ج) علم نجوم میں (د) علم فلکیات میں
- (v) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے:
- (الف) خادم رسول (ب) امین الامۃ (ج) ترجمان القرآن (د) سیف اللہ

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف بیان کریں۔
- (ii) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنے سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی؟
- (iii) نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا معمول تھا؟
- (iv) نبی کریم ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کیا دعا فرمائی؟
- (v) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند صفات بیان کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش و القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حالاتِ زندگی اور مقام و مرتبہ سے واقف ہو سکیں۔
- مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی سیرت و معاشرتی کردار سے واقف ہو سکیں۔
- مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی دینی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔
- مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی دینی خدمات سے متاثر ہو کر اور دینی جذبے سے سرشار ہو کر معاشرے میں کردار ادا کر سکیں۔

(i) حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برقا اور کنیت اُم ایمن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی خادمہ تھیں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن سے حضرت عبداللہ کے ساتھ رہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہنے لگیں۔ اس کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بچپن میں نبی کریم ﷺ کی انھوں نے ہی پرورش کی۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر کے انتقال کے بعد ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ واپس آئیں تو غزوہ احد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

11 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا یا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر چیز موجود ہے فرمانے لگیں: یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں، میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو بیٹے تھے، حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شوہر سے تھے۔ وہ صحابی رسول تھے اور غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ دوسرے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے محبوب خاص تھے۔ نہایت جلیل القدر صحابی تھے اور نبی کریم ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت عمدہ اخلاق کی مالک تھیں۔ نبی کریم ﷺ ان کی نہایت عزت کرتے، آپ ﷺ فرماتے تھے اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری ماں ہیں۔ نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر ان کے مکان پر خود تشریف لے جاتے۔

(ii) حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام سُنیہ اور کنیت اُم عمارہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت عقبہ میں شرکت کی۔ بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔

غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں تو نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب نبی کریم ﷺ پر حملہ کرتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے احد میں اُم عمارہ کو اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھا۔ غزوہ احد میں انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا، حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیعت رضوان، غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی۔ یہ جنگ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جو نبوت کا جھوٹا دعوے دار تھا۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ایک بیٹے حبیب کو لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب مسیلمہ کذاب نے ان کے بیٹے کو شہید کر دیا تو انھوں نے منت مانی کہ یا مسیلمہ کذاب قتل ہوگا یا وہ خود جان دے دیں گی۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں اور اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ انھیں کئی زخم آئے، یہاں تک کہ ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب بھی مارا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات 13 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(iii) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام اسماء اور لقب ذات الِطَّافِین ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت سے ۲۷ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کی طرح قبول اسلام میں سبقت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایمان لانے والوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے۔ آپ ﷺ دو پہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر کا سامان تیار کیا، دو تین دن کا کھانا ساتھ رکھا، نطاق (کمر بند) جس کو عرب عورتیں کمر پر لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے برتن کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات الِطَّافِین (دو کمر بند والی) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور قبا میں قیام کیا۔ یہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، ان کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ کو گود میں لیا، گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و بزرگی کا ہر شخص معترف ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد حجاز کے بڑے علاقے پر ان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس لیے تمام دنیائے اسلام نے ان کی صدا پر لبیک کہی۔ عہد بنو امیہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے۔ حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دن گزرنے پر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں۔ لاش اٹھ لی تھی، دل تھا مگر اس منظر کو دیکھا اور نہایت استقلال سے کہا ”کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا بھی وقت نہیں آیا“

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیک طبع خاتون تھیں، حق گوئی ان کا خاص شعار تھا۔ نہایت صابرہ تھیں۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر کے سامنے وہ حق گوئی سے کام لیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایک ماں کے لیے قیامت تھی لیکن اس میں انھوں نے جس عزم و ہمت، صبر و تحمل اور استقلال سے کام لیا اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ حد درجہ خوددار، باہمت اور تواضع و انکسار کی پیکر تھیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے چھپن (56) احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تہتر (73) ہجری میں 100 سال کی عمر میں وفات پائی۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آبائی علاقہ تھا:

(الف) شام (ب) مصر (ج) حبشہ (د) ایران

(ii) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غزوات میں خدمت سرانجام دی:

(الف) زخیوں کو پانی پلانے کی (ب) دشمن کا مقابلہ کرنے کی

(ج) زرہ تیار کرنے کی (د) تیر اندازی کی

(iii) جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے:

(الف) بیٹے (ب) بھائی (ج) شوہر (د) غلام

(iv) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں:

(الف) حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ب) حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(ج) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (د) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(v) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کا نام ہے:

(الف) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رونے کا سبب کیا تھا؟

(ii) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اسلام کے لیے دو خدمات بیان کریں؟

(iii) حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام کیا تھا اور آپ کا تعلق کس قبیلہ سے تھا؟

(iv) ہجرت مدینہ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا کردار ادا کیا؟

(v) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نمایاں اوصاف تحریر کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

(i) درج ذیل صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شخصیت پر جامع نوٹ لکھیں۔

✿ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

✿ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

✿ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سرگرمیاں برائے طلبہ

✿ مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کے اسمائے گرامی، ولدیت، پیدائش والقباب، قبیلہ، عمر، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

✿ مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی زندگی سے ہم کیسے راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں؟ کمر جماعت میں تبادلہ خیال کروایا جائے۔

✿ مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حالات زندگی تفصیل سے طلبہ کو بتائیں۔

صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

حاصلاتِ تعلیم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- مذکورہ شخصیات کے حالاتِ زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- ان کے اخلاق و صفات اور کردار سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- اشاعتِ اسلام، تصوف، روحانیت اور تزکیہ نفس کے فروغ میں ان کی خدمات سے مختصر طور پر آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ان صوفیہ کرام کے پیامِ امن و محبت کے بارے میں جان سکیں۔
- مذکورہ صوفیہ کرام کے دینی، روحانی و معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- ان کی سیرت کے روشن پہلوؤں اور تعلیمات سے سبق حاصل کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔
- مذکورہ صوفیہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کر کے اپنی اصلاح کی فکر کر سکیں۔
- اللہ والوں کی صحبت کے فوائد و ثمرات کے بارے میں جان سکیں اور مستفید ہو سکیں۔

(i) حضرت سید عبداللطیف کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف امام بری)

حضرت سید عبداللطیف امام بری کاظمی رحمۃ اللہ علیہ 1617 عیسوی اور 1026 ہجری میں ضلع چکوال کے علاقے چولی کرسال میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید مخی محمود بادشاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کا نام سیدہ غلام فاطمہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی تھے۔ حضرت امام بری سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے فقہ و حدیث اور دیگر علوم اسلامی کی تعلیم نجف اشرف عراق سے حاصل کی۔ سید محمود بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ جو نجف اشرف سے فارغ التحصیل تھے انھوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بری امام (امامُ النیر خٹکی کے امام) کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا جن میں کشمیر، بدخشاں، بخارا، مشہد، بغداد اور دمشق شامل ہیں آپ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گئے اور تقریباً 25 سال کی عمر میں واپس تشریف لائے۔

حضرت سید عبداللطیف کاظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نور پور شاہاں میں قیام کے دوران میں اسلامی تعلیمات کے ذریعے سے لاتعداد ہندوؤں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1117 ہجری بمطابق 1706ء میں نور پور شاہاں اسلام آباد میں ہوا۔

(ii) حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمن اور لقب جامی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ 23 شعبان، 817 ہجری بمطابق 1414ء کو ہرات (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ذوقِ لطیف سے مالا مال تھے۔ آپ کے دل میں عشقِ حقیقی سما یا ہوا تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم محمد خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ اقدس سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ انھوں نے نبی کریم محمد خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں نعتیہ کلام بھی لکھا ہے۔ ان کی فارسی میں معروف نعت کا شعر ہے:

نسیم! جانب بطحا گزر کن ترجمہ: اے بادِ نسیم جب تیرا شہر بطحا سے گزر ہو

ز احوال محمد را خبر کن میرے احوال (حالات) محمد خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بیان کرنا

(نفحات الانس فی مجالس القدس: 260)

آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں تواضع اور عجز و انکسار کے حامل انسان تھے۔ ترکِ ریا، نفس کشی اور خلوص جیسی خوبیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قول و فعل سے نمایاں تھیں۔ احکامِ شریعت کے سخت پابند تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مظلوموں کے مددگار تھے، اگر کسی کو محتاج پاتے تو خفیہ طور پر اس کی مدد کرتے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے جن علوم کا جاننا ضروری ہے ان میں علمِ النحو و صرفیہ فہرست ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ النحو کا ماسٹر تسلیم کیا جاتا ہے۔ علمِ النحو میں ”شرح ملا جامی“ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف شہروں میں مساجد، مدارس اور خانقاہیں تعمیر کیں اور ان کا انتظام چلانے کے لیے بہت سی املاک بھی وقف کیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے لوگوں اور بالخصوص بادشاہوں کی خوشامد اور چاہلوں سے متنفر تھے، بلکہ انھیں ہمیشہ نیکی پر کاربند رہنے کے لیے خط لکھا کرتے تھے، چنانچہ ایک خط میں بادشاہ وقت کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ: اے بادشاہ! تو جس تاج و تخت کا دلدادہ ہے وہ ناپائیدار ہے۔ یہ زندگی فنا ہونے والی ہے۔ نہ یہ زمانہ رہے گا نہ یہ زمین، جہاں تک ہو سکے دنیا میں نیکی کر لے، کیوں کہ یہی کام آنے والی ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فانی دنیا میں 81 برس گزار کر 18 محرم الحرام 898 ہجری، بمطابق 14 نومبر 1492ء کو جمعہ کے دن وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ”ہرات“ افغانستان میں ہے۔

(iii) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جن کا اصل نام سید عثمان مروندی تھا، سندھ میں مدفون ایک مشہور صوفی بزرگ ہیں۔ ان کا مزار سندھ کے علاقے سیہون شریف میں ہے۔

لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 538 ہجری بمطابق 1143ء مروند یا میوند (موجودہ آذربائیجان یا افغانستان) میں ہوئی۔
لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ شجرہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے والد گرامی کا نام ابراہیم کبیر الدین اور والدہ کا نام ماجدہ کبیر الدین تھا۔ آپ کے والدین زہد و تقویٰ کی بدولت مشہور تھے اور درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد عراق سے ہجرت کر کے ایران سے ہوتے ہوئے افغانستان میں آباد ہوئے۔ آپ نے بھی مسلم دنیا گھوم کر سیہون شریف (سندھ) کو پسند فرمایا، یہاں آباد ہوئے اور یہیں پر مدفون ہوئے۔

شیخ مروندی رحمۃ اللہ علیہ خاندانی اعتبار سے اعلیٰ نسب رکھتے تھے۔ اس لیے صالحیت و سخا کے بہت سے خصائص ان کے خاندان میں منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ کے متعلق مشہور ہے کہ رات کی تاریکی میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ آپ فرماتی تھیں: اللہ کے خوف سے رونے والا دوزخ میں نہ جائے گا۔ ان کی ذات خشیت الہی کا پیکر تھی۔ رات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گزارتیں۔

حضرت عثمان بن کبیر المعروف شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے بہت ہی قلیل عرصے میں مروجہ عربی و فارسی علوم میں بھی مکمل دسترس حاصل کر لی۔

بچپن میں ابتدائی منزلیں اپنے والد محترم کے سائے میں طے کیں۔ آپ کے والد مشائخ تبریز میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی نگرانی میں آپ کی نشوونما ہوئی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوا۔ صاحب علم و فضل والد کی وجہ سے سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اہل اللہ کی صحبتیں بچپن سے میسر آئی تھیں۔ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی ہدایت پر آپ نے سندھ میں قیام فرمایا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بندگان خدا کو سیدھی راہ دکھائی۔ ان کے اخلاق کو سنوارا، انسانوں کے دلوں میں نیکی اور سچائی کی لگن پیدا کی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا سکھایا۔ ہزاروں لوگوں نے آپ کے ہاتھ سے ہدایت پائی اور بہت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑا۔ آپ عرصہ دراز تک سندھ میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔

آپ کا وصال 21 شعبان المعظم 673 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار سیہون (سندھ) میں ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حضرت سید عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے:

(الف) ہندو (ب) مسیحی (ج) مجوسی (د) سکھ

(ii) حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام تسلیم کیا جاتا ہے:

(الف) علم نجوم کا (ب) علم صرف کا (ج) علم کلام کا (د) علم نجوم کا

(iii) حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد تھے:

(الف) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ب) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ج) حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (د) حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(iv) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ کے فرمان کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا:

(الف) دوزخ میں نہ جائے گا (ب) رزق میں اضافہ پائے گا

(ج) دنیا میں عزت پائے گا (د) مصیبتوں سے محفوظ رہے گا

(v) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصل نام ہے:

(الف) عثمان مروندی (ب) بوعلی قلندر

(ج) زید مروندی (د) عبدالرحمن

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بری امام کیوں کہا جاتا ہے؟

(ii) حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت بیان کریں۔

(iii) حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کا نام لکھیں۔

(iv) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب کن سے ملتا ہے؟

(v) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلیمی حالات مختصر بیان کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

درج ذیل شخصیات پر نوٹ لکھیں۔

✿ مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

✿ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

✿ حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرگرمیاں برائے طلبہ

✿ مذکورہ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کے اسمائے گرامی و لدیت،

پیدائش و القابات، عمر، تصانیف اور وفات اور خدمات وغیرہ شامل ہوں۔

✿ مذکورہ شخصیات کے اخلاق و کردار پر مبنی واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے عملی اسباق تلاش کر کے اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے سامنے

پیش کریں۔

✿ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کے حل کے لیے تجاویز پر گفتگو کریں۔

علماء و مفکرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

حاصلاتِ تعلُّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- مذکورہ شخصیات کے حالاتِ زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- ان کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- ان کی علمی و معاشرتی خدمات سے مختصر طور پر آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ان کی تعلیمات اور تصانیف سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- مذکورہ علماء و مفکرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- ان کی زندگی کے مختلف روشن پہلوؤں سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔

(i) شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوبکر محمد بن علی المعروف شیخ اکبر اور ابن عربی 17 رمضان 560 ہجری (28 جولائی 1168ء) کو مرسیہ (اندلس) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق حاتم طائی کے قبیلہ طٰی سے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 580 ہجری میں اشبیلیہ چلے آئے جو علم و معرفت کا مرکز تھا جہاں انھوں نے تیس سال تک تعلیم حاصل کی، اشبیلیہ ہی میں ان کی اپنے شیخ سے ملاقات ہوئی جن سے انھوں نے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اڑتیس سال کی عمر میں بلادِ مشرق یعنی مشرقی ممالک کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ مصر میں قیام کیا پھر بیت المقدس، مکہ معظمہ، بغداد اور حلب گئے اور آخر میں دمشق پہنچے جہاں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی کتاب فتوحات مکیہ اور فُصُوص الحکیم نے بہت شہرت پائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دمشق میں درس و تدریس اور وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 638 ہجری (1240ء) میں وفات پائی اور جبل قاسیون میں دفن کیے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کی تعداد 500 سے زائد بیان کی جاتی ہے۔ شیخ اکبر کی تصانیف اپنے زمانے کے مروجہ علوم اسلامی کا احاطہ کرتی ہیں اور زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں، نیز آپ نے حدیث، تفسیر، سیرت اور ادب کے موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تحریری سرمایہ ادب میں صوفیانہ شاعری وغیرہ بھی شامل ہے۔

(ii) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 25 رمضان المبارک 1159 ہجری بمطابق 7 شوال 1239 ہجری / 20 ستمبر 1746ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب 34 واسطوں سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراج الہند کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم کی وسعت کے ساتھ حاضر دماغی میں بھی کمال حاصل تھا۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سترہ سال کے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی۔ اوائل عمر ہی میں کثرت امراض کے باوجود شاہ صاحب نے درس و تدریس کا عمل جاری رکھا اور اپنے والد کے جانشین مقرر ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً بارہ سال تک علوم حدیث و تفسیر کی درس و تدریس میں مصروف رہے۔ علوم فلسفہ و منطق کے ساتھ ساتھ علوم حدیث و تفسیر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم شخصیت اپنے دور کے محدثین و مشائخ کا مرجع و ماخذ ہے جن کے شاگرد پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پرفتن دور میں قرآن و حدیث کے علوم کے فروغ کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے، ان کی وجہ سے وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی (80) برس کی عمر میں 9 شوال 1239 ہجری، 1823ء کو وفات پائی۔

(iii) ابن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اسلامی فلسفہ کی دنیا میں ابن رشد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ محمد بن احمد بن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرطبہ (اندلس) کے ایک باعزت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ، طب اور فلسفہ میں اپنے زمانے کے علما سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد حکمت میں کمال حاصل کیا۔ 548 ہجری میں ابن طفیل نے ابویعقوب یوسف بن عبدالرحمان سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کروائی۔ جو فلسفے کے دلدادہ تھے ابن رشد نے ان کے لیے ارسطو کی کتابوں کو مختصر کیا۔ امیر مراکش نے انھیں اپنا طبیب بنانے کے لیے مراکش آنے کی دعوت دی۔ جلد ہی وہ قرطبہ کا قاضی بن کر واپس آ گئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مراکش میں وفات پائی۔ ابن رشد ارسطو کے بڑے مداح تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلند یوں پر پہنچا ہوا تھا، انھوں نے اپنے آپ کو ارسطو کی کتابوں کی تلخیص اور تشریح کے لیے وقف کر رکھا تھا، جو کچھ ابن رشد نے لکھا اہل یورپ نے اس کا ترجمہ کیا اور اسے سیکھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہی ان کی حکمت کی بنیاد اور فلسفیانہ سرگرمیوں کے لیے معیار بن گیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں ”بداية المجتهد“ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس میں ابن رشد نے فقہی مذاہب کے علاوہ اپنی مستقل آرا کا تذکرہ کیا ہے اور ائمہ فقہ کی آراء و دلائل کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ جس سے ان کی اجتہادی صلاحیت عیاں ہوتی ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) ابن عربی لقب ہے:

(الف) محی الدین کا (ب) معین الدین کا (ج) نصیر الدین کا (د) عماد الدین کا

(ii) ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور تصنیف ہے:

(الف) فتوحات مکیہ (ب) کشف المحجوب (ج) بدایۃ المجتہد (د) احیاء علوم الدین

(iii) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب ملتا ہے:

(الف) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

(ج) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (د) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

(iv) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کمال حاصل تھا:

(الف) علم حدیث میں (ب) علم نجوم میں (ج) شاعری کے میدان میں (د) علم انساب میں

(v) ابن رشد متاثر تھے:

(الف) امام غزالی سے (ب) ارسطو سے (ج) افلاطون سے (د) ابن عربی سے

☆ مختصر جواب دیں۔

(i) ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکمل نام تحریر کریں۔

(ii) ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کن موضوعات پر کتب تصنیف کیں؟

(iii) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

(iv) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کن علوم کے فروغ کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے؟

(v) ابن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کتاب کا نام لکھیں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

✽ درج ذیل شخصیات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

✽ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ✽ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ✽ ابن رشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرگرمیاں برائے طلبہ

✽ مذکورہ علماء و مفکرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل معلوماتی نوٹ لکھیں جس میں ان کی خدمات بھی شامل ہوں۔

✽ مذکورہ شخصیات کے حالات زندگی اور تعلیمات پر کمر اجتماعت میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

✽ طلبہ کو مذکورہ شخصیات کی خدمت کے بارے میں تفصیلی آگاہی دیں۔

اسلامی تعلیمات اور عصرِ حاضر کے تقاضے

(1) اسلام میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت

حاصلاتِ تعلّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- مستقبل کی منصوبہ بندی کا معنی و مفہوم جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- اُسوہ نبوی (ﷺ) کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- مستقبل کی منصوبہ بندی کے اسباب کی مختلف صورتوں اور شرعی حدود و قیود سے واقف ہو سکیں۔
- مستقبل کی منصوبہ بندی کے انفرادی و اجتماعی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- شرعی حدود و قیود میں مستقبل کی منصوبہ بندی اختیار کرنے والے بن سکیں۔
- اسلامی تعلیمات اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے والے بن سکیں۔

مستقبل کا معنی ہے: آنے والا وقت۔ مستقبل کی منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ انسان آنے والے وقت کے لیے تیاری کرے۔ اپنے پاس موجود وسائل کو اچھے طریقے سے استعمال کرے اور اپنی طاقت کے بقدر مزید وسائل و اسباب اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ قرآن و سنت میں ہمیں موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے تیاری کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ ہم دنیا کی زندگی میں بھی آنے والے دنوں کے لیے تیاری کریں۔

مستقبل کی ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے پاس موجود وسائل اور نعمتوں کو ضائع نہ کریں۔ مستقبل میں کسی بھی قسم کی تکلیف اور پریشانی سے بچنے کے لیے ابھی سے کوشش کرنا اور وسائل اکٹھے کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وسائل و اسباب جمع رکھیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (سورة الانفال: 60)

ترجمہ: اور (مسلمانو!) تم اُن (کفار سے لڑنے) کے لیے تیاری رکھو جتنی قوت تم سے ممکن ہو۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کا بیان تفصیل سے آیا ہے۔ اس میں یہ تذکرہ بھی ملتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر والوں کو قحط سے محفوظ رکھنے کے لیے شان دار منصوبہ بندی کی۔ یہاں تک کہ قحط کے زمانے میں مصر نہ صرف اپنی غذائی ضروریات میں خود کفیل تھا بلکہ دوسرے ملکوں کو بھی غلہ فراہم کر رہا تھا۔

مستقبل کے لیے منصوبہ بندی اور سوچ بچار کرنا نبی کریم ﷺ خاتۃ النبیین ﷺ کی سنت مبارک ہے۔ آپ ﷺ نے نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کا حکم دیا تاکہ مستقبل میں انہیں استعمال کیا جاسکے۔ آپ ﷺ نے پانی کو ضائع کرنے سے منع فرمایا اور زیادہ سے زیادہ درخت لگانے کا حکم دیا، تاکہ آنے والے وقت میں ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

حضور اقدس خاتۃ النبیین ﷺ نے اسلامی دعوت کی مضبوطی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ تدبیر فرمائی۔ غزوہ خندق میں جب آپ ﷺ کو کافروں کے مدینہ منورہ پر حملے کے ارادے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کی حفاظت کے لیے منصوبہ بندی فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر ایک خندق کھودی اور اس طرح اہل مدینہ منورہ مشرکین مکہ کے حملے سے محفوظ ہو گئے۔

حضور خاتۃ النبیین ﷺ کی مستقبل کی منصوبہ بندی کی ایک روشن مثال صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کا ایک معاہدہ فرمایا جس کی شرائط کا جھکاؤ بظاہر مشرکین کی طرف تھا۔ لیکن اس موقع پر حضور اقدس خاتۃ النبیین ﷺ نے آنے والے وقت کی منصوبہ بندی فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تدبیر میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ صلح کا یہ معاہدہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور کچھ ہی عرصے بعد مشرکین مکہ کی قوت پارہ پارہ ہو گئی۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور خاتۃ النبیین ﷺ کی سنت کی اتباع میں آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کرے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والوں اور وسائل ضائع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۴۱﴾ (سورة الانعام: 141)

ترجمہ: بے شک وہ (اللہ) بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اپنی قوت اور عقل کو کام میں لاتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کے فائدے کے بارے میں سوچتے ہیں۔

مستقبل کے کسی بھی کام کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے ہمیں شریعت کی متعین کردہ حدود کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کوئی ایسی منصوبہ بندی یا تدبیر نہیں کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو۔ اپنے ارادوں اور منصوبوں میں سودی لین دین، رشوت، جھوٹ، دھوکے بازی، حق تلفی اور مادیت پرستی کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔ مستقبل کی منصوبہ بندی اور تدبیر کرتے ہوئے توکل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ انسان اسباب ضرور اختیار کرے لیکن اس کا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔

جب کوئی شخص یا قوم منصوبہ بندی اور سمجھ بوجھ کے ساتھ فیصلے کرتی ہے تو اس شخص اور قوم کی زندگی پر بہت سے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- بہت سے وسائل ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔
- خوش حالی اور آسودگی نصیب ہوتی ہے۔
- دوسروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا نا پڑتا۔
- وسائل میں اضافہ ہوتا ہے اور پورا معاشرہ ترقی کرتا ہے۔

- ✿ بہتر منصوبہ بندی کرنے والے بہترین نتائج حاصل کرتے ہیں۔
 - ✿ معاشرہ انتشار اور افراتفری سے بچ جاتا ہے۔
 - ✿ مستقبل پر نگاہ رکھنے والے لوگ اپنے انفرادی اور اجتماعی تعلقات میں میانہ روی کو پیش نظر رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے انھیں شرمندگی یا نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔
- آج کا زمانہ حکمت و تدبیر کا زمانہ ہے۔ افراد و اقوام آج کل مستقبل کی منصوبہ بندی پر بہت ساسرماہ لگا رہے ہیں اور کئی کئی سالوں کے لیے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے کی سوچ اپنائیں۔ اسی صورت میں ہم ترقی کر سکتے ہیں اور ہمارا معاشرہ ایک خوش حال معاشرہ بن سکتا ہے۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

- (i) مستقبل کی منصوبہ بندی کا معنی ہے کہ انسان تیاری کرے:
- (الف) گزرے ہوئے وقت کے لیے (ب) موجودہ وقت کے لیے
(ج) آنے والے وقت کے لیے (د) جاری رہنے والے وقت کے لیے
- (ii) مصروفوں کو قسط سے بچانے کے لیے شان دار منصوبہ بندی کی:
- (الف) حضرت اسماعیل علیہ السلام نے (ب) حضرت اسحاق علیہ السلام نے
(ج) حضرت یعقوب علیہ السلام نے (د) حضرت یوسف علیہ السلام نے
- (iii) غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا مشورہ دیا:
- (الف) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ب) حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
(ج) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (د) حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
- (iv) فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا:
- (الف) واقعہ معراج (ب) ہجرت حبشہ
(ج) سفر طائف (د) صلح حدیبیہ
- (v) انسان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اسباب کا اختیار کرنا کہلاتا ہے:
- (الف) توکل (ب) بخل
(ج) تقویٰ (د) طمع

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) مستقبل کی منصوبہ بندی کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔
- (ii) مستقبل کی منصوبہ بندی کے بارے میں ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔
- (iii) حضرت یوسف علیہ السلام نے مستقبل کی منصوبہ بندی کیسے فرمائی؟
- (iv) نبی کریم ﷺ کی عمدہ تدبیر کی ایک مثال تحریر کیجیے۔
- (v) مستقبل کی منصوبہ بندی کے دو فائدے تحریر کیجیے۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) قرآن و سنت کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کی اہمیت بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مستقبل کی منصوبہ بندی کی مختلف صورتوں پر مشتمل فہرست بنائیں۔
- اپنی آنے والی زندگی کی منصوبہ بندی پر مبنی چارٹ بنائیں۔
- طلبہ اس بات پر مذاکرہ کریں کہ وہ مستقبل میں اپنے آپ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں؟

برائے اساتذہ کرام

- مستقبل کی قلیل المیعاد، وسط مدتی اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ثمرات پر جماعت میں مذاکرہ کروائیں۔
- طلبہ کو ان کے مزاج اور صلاحیت کے مطابق مستقبل کے حوالے سے رہنمائی فراہم کیجیے۔ ان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کیجیے۔
- سیرت طیبہ سے مستقبل کی منصوبہ بندی کی مزید مثالیں طلبہ کے سامنے پیش کیجیے۔

(2) اسلامی تہذیب کے امتیازات

حاصلاتِ تعلّم

- اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:
- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی تہذیب کو جان سکیں۔
- اسلامی تہذیب کی اہمیت سمجھ سکیں۔
- اسلامی تہذیب کی بنیادی خصوصیات کو سمجھ کر ان کا جائزہ لے سکیں۔
- اسلامی تہذیب کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- اسلامی تہذیب کے مختلف اصولوں اور طریقوں سے واقف ہو کر اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔

تہذیب کا لفظی معنی ہے: آراستگی، صفائی اور اصلاح۔ تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ شخص کو تہذیب یافتہ اور مہذب کہا جاتا ہے۔ کسی قوم کی تہذیب سے مراد اس کے نظریات، رہن سہن، طرزِ عمل اور عمومی رویہ ہے۔

اسلامی تہذیب سے مراد اسلام کا سکھایا ہوا طریقہ حیات ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد قرآن مجید اور سنت نبی کریم ﷺ پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا تعلق النبیین علیہم السلام کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان معاشرہ اپنی ایک خاص پہچان اور اپنا خاص تشخص رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو زندگی کے معاملات میں غیروں کی نقالی کرنے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ مسلمانوں کو جو طرزِ حیات عطا کیا گیا ہے وہ ہر اعتبار سے مکمل ہے۔

انسانی تاریخ میں بہت سی قومیں وجود میں آئیں اور ہر قوم کی ایک مخصوص تہذیب تھی۔ دنیا کی تہذیبوں میں اسلامی تہذیب کا اپنا ایک بلند مقام و مرتبہ رہا ہے۔ عہدِ حاضر میں بھی اس کا نمایاں مقام ہے۔ اسلامی تہذیب دنیا کی ایک شان دار تہذیب ہے۔ اس سے صرف مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ اقوامِ عالم نے روشنی حاصل کی ہے۔

اسلامی تہذیب بہت سی خصوصیات اور امتیازات کی حامل تہذیب ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

☆ توحید پر کامل یقین

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین اسلامی تہذیب کی اساس ہے۔ توحید پر ایمان اسلامی تہذیب کا وہ عنصر ہے جس کے بغیر یہ تہذیب نہ تو وجود میں آسکتی ہے اور نہ الگ سے اپنا کوئی تشخص قائم رکھ سکتی ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت

اسلامی تہذیب کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی شناخت نسبتِ رسالت مآب ﷺ سے ہی وابستہ ہے۔

☆ آخرت میں جواب دہی کا تصور

اسلامی تہذیب کی اہم خصوصیت آخرت پر کامل یقین اور جواب دہی کا عقیدہ رکھنا ہے۔ اسلامی تہذیب کے پیروکار اس احساس کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کہ قیامت کے دن انھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہر ایک عمل کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے۔ اس سے زندگی میں اعتدال و توازن پیدا ہوتا ہے۔

☆ انسانی مساوات

مساوات اسلامی تہذیب کی ایک لازمی قدر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا دورِ مبارک تاریخ انسانی کے روشن دنوں کا امین ہے، یہی وہ زمانہ ہے جب زمین پر عدل کی حکمرانی قائم ہوئی۔

☆ آفاقی پیغامات اور ہدایات

اسلامی تہذیب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام پیغامات اور اہداف آفاقی ہیں۔ قرآن کریم نے تمام عالم کے انسانوں کو حق، بھلائی اور خلقی شرافت و کرامت کی بنیاد پر ایک کتبہ قرار دیا۔

☆ اعلیٰ اخلاقی اقدار

اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام ضابطہ حیات اور زندگی کی سرگرمیوں میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اولیت کا مقام عطا کیا۔ لہذا علم و حکمت، اسلامی قوانین، جنگ، مصالحت، اقتصادیات، خاندانی نظام، اور دیگر اخلاقی و معاشرتی اقدار میں اسلامی تہذیب کا پلڑا تمام قدیم و جدید تہذیبوں پر بھاری نظر آتا ہے۔

☆ انسانی اخوت اور کشادہ ظرفی

اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت مخالف نکتہ ہائے نظر کو برداشت کرنا ہے۔ اسلامی ریاست میں ہر شخص کو اپنے عقیدے پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اسلام نے انسانیت کی منتشر صفوں میں اتحاد و الفت اور اخوت کی روح پیدا کی۔ عداوت، حسد، کینہ اور بغض کا خاتمہ کر دیا اور ایک دوسرے کے جانی دشمنوں کو بھائی بنادیا۔

☆ امن و سلامتی

حضور نبی اکرم ﷺ پیغمبر امن بن کر مبعوث ہوئے۔ عہد رسالت مآب ﷺ کا کسی بھی حوالے سے جائزہ لیا جائے، تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے بعد جزیرہ نمائے عرب ہی میں امن قائم نہیں ہوا بلکہ پوری نسل انسانی کو سکون اور اطمینان کی دولت حاصل ہوئی۔

☆ علم کی اہمیت

نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، اس کا آغاز لفظ اِقْرَأ سے ہوا تھا جس کا معنی ہے پڑھ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿١﴾ (سورة العلق: 1)

ترجمہ: آپ (ﷺ) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔

تعلیم کا یہ حکم اسلامی تہذیب کا لازمی حصہ ہے۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد تعلیم و تعلم کے فروغ پر رکھی گئی تھی اور یہ احسن اقدام جہالت کے شکار معاشرے میں اٹھایا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب نے جس خطے میں اپنے اثرات مرتب کیے ہیں وہاں علم و دانش کی شمعیں بھی روشن کی ہیں۔

عالمی تہذیبوں کی تاریخ میں اسلامی تہذیب کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جب دنیا حکومت و سلطنت، علم و حکمت اور قیادت و سیادت کے ہر میدان میں مسلمانوں کے زیر نگیں تھی، تو انہی خصوصیات کی بنا پر اسلامی تہذیب ہر قوم و مذہب کے باشعور اور ذہن رسا رکھنے والے افراد کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھی۔ لیکن جب اس کا زور جاتا رہا، اس کو سینے سے لگانی والی قوم علم و عمل میں انحطاط کا شکار ہوئی تو دوسری قوموں نے غلبہ پانا شروع کر دیا۔

مشق

☆ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) کسی قوم کے نظریات، رہن سہن، طرز عمل اور عمومی رویہ کو کہا جاتا ہے:

(الف) شہریت (ب) تہذیب (ج) جغرافیہ (د) خانہ داری

(ii) اسلامی تہذیب سے روشنی حاصل کی:

(الف) صرف اہل عرب نے (ب) صرف مسلمانوں نے

(ج) صرف اہل مغرب نے (د) تمام قوموں نے

(iii) اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل یقین رکھنے پر بنیاد تعمیر کی گئی ہے:

(الف) فارسی تہذیب کی (ب) ہندوستانی تہذیب کی

(ج) آریائی تہذیب کی (د) اسلامی تہذیب کی

(iv) قرآن مجید نے تمام عالم کے انسانوں کو حق، بھلائی اور خلقی شرافت و کرامت کی بنیاد پر قرار دیا:

(الف) ایک کنبہ (ب) ایک قبیلہ

(ج) ایک لشکر (د) ایک گروہ

(v) پہلی وحی میں حکم دیا گیا:

(الف) نماز کا (ب) توحید کا (ج) پڑھنے کا (د) پاک صاف رہنے کا

☆ مختصر جواب دیں۔

- (i) تہذیب کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔ (ii) اسلامی تہذیب سے کیا مراد ہے؟
 (iii) اسلامی تہذیب میں احترام رسالت مآب ﷺ کا کیا مقام ہے؟
 (iv) اسلامی تہذیب میں انسانی اخوت اور کشادہ دلی کی کیا اہمیت ہے؟
 (v) اسلامی تہذیب میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

☆ تفصیلی جواب دیں۔

- (i) اسلامی تہذیب کے امتیازات پر جامع مضمون لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- اسلامی تہذیب سے متعلق آیات اور احادیث مبارکہ تلاش کر کے اپنے ہم جماعت ساتھیوں کو بتائیں۔
- اپنا جائزہ لیجیے کہ آپ اسلامی تہذیب و ثقافت سے کس حد تک وابستہ ہیں۔ اس میں کہاں کمی ہے اور آپ کو ایک اچھا مسلمان بننے کے لیے کیا کرنے کی ضرورت ہے۔

برائے اساتذہ کرام

- اسلامی تہذیب کے بارے میں کمرہ جماعت میں مذاکرہ کروائیں۔
- طلبہ کے دل میں اسلامی تہذیب کی محبت پیدا کیجیے۔ انہیں جدید طرز زندگی کی روشنی میں اسلامی تہذیب کو اپنانے کے فائدے بتائیے۔